آزمائش کن لوگوں پر آتی ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

<<اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَاِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ>> [ترمذی: ۲۳۹۶]

''یقیناً بڑی آزمائش بڑے اجر وثواب کا پیش خیمہ ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ جس کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پھر جو شخص (تقدیر الٰہی پر) خوش ہوجائے اس کے لیے (اللہ کی) خوشنودی ہے اور جو ناراض ہواُس کے لیے ناراضی ہے۔''

خلافت انسانی اور حقیقت اسلامی: یہی وہ عہد و میثاق عبودیت تھا، جس کا اقرار صحبت ازل کے ہر جرعہ نوش جام "بـلٰـی " سے لیا گیا، اور حقیقت اسلامی کی محویت اولیٰ نے سب کی زبان سے بے اختیارانہ اقرار انقیاد کرالیا: ﴿ واذ اخـذ ربك مـن بـنـي آدم مـن ظهورهـم ذريتهم واشهدهـم عـلـى انفسهم الست بربكم؟ قالوا بلى ! ﴾ [۱۷۱:۷] ''اور وہ وقت یاد کرو، جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے اس کی ذریت کو (بصورتِ تعین اولیٰ) نکالا اور اُن کے مقابلے میں خود انہی سے شہادت دلا دی۔ اس طرح کہ ان سے پوچھا: کیا میں تمہارا آمر و حاکم اور رب الارباب نہیں ہوں؟ سب نے اطاعت کے سر جھکا دیے کہ بیشک، تو ہی مستحق اطاعت ہے۔''

اور اسی حقیقت اسلامی کے [آگے] سر جھکانے کا نتیجہ وہ سربلندی ہے، جو انسان کو تمام مخلوقات ارضیہ میں حاصل ہے، اور جس کی وجہ سے وہ...... خلیفہ قرار پایا۔ اس نے جب اللہ کے آگے سر اطاعت جھکا دیا، تو اللہ نے اُن تمام مخلوقات ارضیہ کو، جن کے سر اس کے آگے جھکے ہوئے تھے حکم دیا کہ اس جھکنے والے کے آگے بھی جھک جاؤ، کہ من تواضع لله رفعه الله

﴿ ولقد كرمنا بني آدم وحملنٰهم في البر والبحر ورزقنٰهم من الطيبات ﴾ [۸۳:۱۷] ''اور ہم نے شرف و کرامت عطا فرمایا نسل انسانی کو اور تمام خشکی اور تری کی چیزوں کو حکم دیا کہ اُس کے مطیع ہو جائیں، اور اُس کو اٹھا لیں، اور اُس کے لیے دنیا میں بہترین اشیا پیدا کر دیں۔''

حقیقت اسلامیہ کا ضد حقیقی یا قوت شیطانی: کائنات کی ہر مخلوق نے اس حکم کی تعمیل کی، کیوں کہ ان کے سر تو اس کے آگے جھکے ہوئے تھے، پر ایک شریر ہستی تھی جس نے غرور و تکبر کے ساتھ کفر کا سر اٹھایا اور انسان کی اطاعت سے انکار کر دیا:

﴿ واذ قـلـنـا لـلملٰئكة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابليس ابى واستكبر وكان من الكافرين ﴾ [۳۴:۲] ''اور جب تمہارے پروردگار نے ملائکہ کو حکم دیا کہ نوع آدم کے آگے اطاعت کے سر جھکا دو، تو سب جھک گئے مگر ایک ابلیس تھا، جس نے انکار کیا اور کبر و غرور کا سر اٹھایا، اور وہ یقیناً کافروں میں سے تھا۔''

﴿ وكـان مـن الـكـافرين ﴾ کیوں کہ اسلام کے معنی جھکنے کے ہیں، اور کفر، نام ہے سرکشی کا۔ ''ابلیس'' نے جھکنے سے انکار کیا اور سرکشی کا سر اٹھایا، پس ''وہ ضرور کافروں میں سے تھا۔''

یہی ایک شریر طاقت ہے جو تمام سرکشیوں اور ہر طرح کے ظلم و طغیان کا عالم میں مبدا ہے۔ یہی وہ تاریکی کا اہرمن ہے جو یزدانی نور و ضیاء کے مقابلے میں اپنے تئیں پیش کرتا ہے۔ یہی وہ قہرمان ضلالت ہے جو انسان کے پاؤں میں اپنی اطاعت کی زنجیریں ڈال کر اس کو اسلامی اطاعت سے باز رکھتا ہے۔ یہی وہ ابوالکفر ہے جس کی ذریت انسان کے اندر اور باہر، دونوں میں پھیلی ہوئی ہے، اور جو جب چاہتا ہے انسان کے مجرائے دم کے اندر پہنچ کر اپنی ضلالت کے لیے راہ پیدا کر لیتا ہے، اور یہی وہ اسلام کی حقیقت کا اصلی ضد، اور اس کی قوت ہدایت کا قدیمی دشمن ہے جس نے اپنے کفر کے پہلے ہی دن کہہ دیا تھا کہ:

﴿ قـال ارء يتك هـذا الـذى كـرمـت عـلـى لـئن اخترتن الى يوم القيٰمة لاحتنكن ذريته الا قليلا ﴾ [۶۵:۱۷] ''شیطان نے آدم کی طرف حقارت کے ساتھ اشارہ کر کے کہا کہ یہی ہے جس کو تو نے مجھ پر فوقیت دی ہے۔ لیکن اگر تو مجھ کو روزِ قیامت تک مہلت دے، تو میں اپنی قوت ضلالت سے اس کی تمام نسل کو تباہ کر دوں، البتہ وہ تھوڑے سے لوگ جن پر میرا جادو نہ چلے گا، میری حکومت سے باہر رہ جائیں گے۔'' [الہلال: جلد اوّل، ص: ۴۷۶]

فہرست

صبر کرنے کی فضیلت

﴿ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

''بلاشبہ صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے اجر سے نوازا جائے گا۔'' [الزمر: ١٠]

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۣ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴾ [الٓمّ سجدہ: ٢٤]

''اور جب انھوں نے صبر کیا تو ہم نے اُن میں سے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم کے مطابق (لوگوں کی) رہنمائی کرتے تھے، اور وہ ہمارے احکام پر یقین رکھتے تھے۔''

غم و مصائب گناہوں کے لیے کفارہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ وَلَا اَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ)) [بخاری: ٥٦٤١]

''مسلمان کو جو بھی دکھ تکان حزن وملال اور مصیبت وغم حتی کہ ایک کانٹا جو اس کے پاؤں میں چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے بعض گناہ معاف کردیتا ہے۔''

مصیبت کے وقت پڑھنے کی دعا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے پھر وہ کہے:

((اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا))

''بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور ہم سب اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے اس مصیبت کے بدلے اجر وثواب عطا فرما۔''

تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اسے بہترین بدلہ عطا کرتے ہیں۔ [مسلم: ٩١٨]

ان شاء اللہ

اداریہ حافظ احمد شاکر

گزشتہ شمارے کے انہی صفحات پر ہم ممبئی کے حادثے پر رنج وغم کا اظہار کر چکے ہیں اس کے بعد بھارتی حکومت کی چستیاں ......اور سسکتی تمناؤں سے حاصل ہونے والی...... جمہوری حکومت کی ......تعمیل ارشاد کی...... پھرتیاں بلکہ خود سپردگیاں مسلسل دیکھنے میں آ رہی ہیں۔

اخبارات کی سب سے پہلی خبر یہ تھی کہ 'دکن مجاہدین' نامی تنظیم نے اس کارروائی کی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔ لیکن بھارتی حکومت کے حواس ...... جو معطل ہو چکے تھے ...... جب بحال ہونے لگے اور آنکھیں کھلنے لگیں تو اُس نے ...... اپنی حفاظتی اور انتظامی نااہلی چھپانے کے لیے ...... پہلے حکومت پاکستان پر دہشت گردی کا الزام لگایا۔ پھر ہوش ٹھکانے آنے پر انھیں پاکستان کی کالعدم تنظیم 'لشکر طیبہ' یاد آ گئی اس کا نام لگا دیا، اور اس افسانہ طرازی سے کہ اگلے پچھلے ...... بقول بھارتی حکومت کے ...... ان سارے دہشت گردوں کے نام لے دیے جن کو وہ گاہے گاہے لشکر طیبہ کا کارندہ ظاہر کر کے پکڑتی رہی، اور ان کی نئی پرانی سب تصویریں پریس کو جاری کر کے یہ سب کچھ لشکر طیبہ کے سر تھوپ دیا نیز کاغذات کا ایک پلندا بنا کر اقوامِ متحدہ کو بھی پیش کر دیا جس میں لشکر طیبہ کی بجائے اس جماعۃ الدعوۃ کو مجرم ٹھہرا دیا جس کی تعریف میں اقوامِ متحدہ ۲۰۰۵ء میں رطب اللسان تھی۔ بلکہ اقوامِ متحدہ نے اس کی فلاحی خدمات کا ریکارڈ دیکھتے ہوئے اس کی مالی امداد بھی کی تھی۔ اقوامِ متحدہ چوں کہ امریکا ہی کے زیر اثر ہے یا اس کا ذیلی شعبہ ہے اور امریکا آج کل مسلم امہ کے کھتے پڑا ہوا ہے اس لیے اقوامِ متحدہ نے نہ آ ؤ دیکھا نہ تاؤ، جھٹ جماعۃ الدعوہ کے ساتھ ساتھ دیگر دو فلاحی تنظیموں پر بھی حکومت پاکستان کو پابندی لگانے کا آرڈر دے دیا۔ اور ہماری جمہوری حکومت نے بلا چون و چراں بسر وچشم تعمیل ارشاد کر دی کہ آخر ''مروّت'' بھی کوئی چیز ہے۔ جب کہ حکومتی ذمہ داروں کے مطابق بھارتی حکومت ابھی تک حکومت پاکستان کو کوئی ثبوت بھی پیش نہیں کر سکی اور ہماری ''مروّت'' کہ ساری حکومت نے بھارت کی بلا دلیل ہی ہر بات تسلیم کر لی! جب کہ اسلام آباد کے میریٹ ہوٹل کے خونیں حادثے کے دوسرے دن ہی اخبارات میں کچھ سرکردہ سیاسی لیڈروں کے یہ بیانات پریس میں آ گئے تھے کہ میریٹ ہوٹل کے دھماکے میں کام آنے والا ٹرک ایک سفارت خانے سے روانہ ہوا تھا۔ یہ خبر چند مرتبہ آنے کے بعد ......اس جیسی خبروں کی طرح ...... ہمیشہ کے لیے غائب ہی کر دی گئی، چہ جائیکہ تحقیقات کی جاتیں، شواہد اکٹھے کر کے اس حکومت سے احتجاج کیا تھا جس کے سفارت خانے سے یہ ٹرک روانہ ہوا تھا۔ نہ صرف یہ کہ اس دھماکے کی خبر غائب ہوگئی'' بلکہ کسی تفتیش کا نتیجہ بھی کم از کم ہمارے علم میں......اگر کوئی ہو تو......نہیں آیا۔

ہماری ایجنسیاں، جو سازشوں کو ہوا ہی میں سونگھنے کی صلاحیت سے معروف ہیں ان دہشت گردوں کا نہ کھوج لگا سکیں اور نہ ان کو پکڑ سکیں بلکہ ظاہر بھی نہ کر سکیں جو میریٹ ہوٹل کے اس خونی واقعہ میں ملوث تھے۔ نہ جانے ان ظالموں کو زمین نگل گئی یا آسمان نے اچک لیا۔ رویہ بتاتا ہے کہ ہماری حکومت اس حادثہ کو شاید بھول ہی گئی، کیوں کہ اگر ان خاک نشینوں کے خون کی کوئی اہمیت اگر ہماری حکومت محسوس کرتی تو یہ بھی اقوامِ متحدہ جاتی، حاصل ہونے والی معلومات ان تک پہنچاتی، سفارتی آداب کے مطابق اس ملک کے سفیر کو بلا کر شکایت کرتی، احتجاج کرتی، تنبیہ کرتی اور اس کو یادداشت پیش کرتی۔ لیکن ہماری حکومت ثبوت ہونے کے باوجود شرماتی رہ گئی اور بنیا بغل میں چھری رکھ کر رام رام کرتا اقوامِ متحدہ پہنچ گیا اور اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

لیکن حیرانی ہے اپنے حکم رانوں اور جمہوری حکومت پر کہ اس نے اقوامِ متحدہ کا حکم تسلیم کرتے وقت نہ تحقیق وتفتیش کی مہلت مانگی نہ پارلیمنٹ سے منظوری لینے کی ضرورت بتائی بلکہ تسلیم کرتے وقت اقوامِ متحدہ سے خوف ودہشت کا اظہار ٹپک رہا تھا۔ یہ وہی اقوامِ متحدہ ہے جس نے کئی دہائیوں سے اہل کشمیر کے حق رائے دہی کی درخواست کو دبا رکھا ہے۔ بھارت کی کسی حکومت نے کبھی اقوامِ متحدہ کے کسی آرڈر کو تسلیم کرنا تو کجا اس کو کبھی اہمیت بھی دی؟

حالاں کہ یہ وہ قرارداد ہے جس میں دلائل وشواہد بھی ہیں اور واقعات وحقائق بھی، عالمی انسانی حقوق کے تحت کشمیری مسلمانوں کے حقوق بھی اس میں واضح ہیں اور قیامِ پاکستان کے اصولِ تقسیم...... مسلمانوں کی اکثریت والے علاقے پاکستان کے لیے...... کے تقاضے بھی۔ لیکن بھارت نے اب تک اس قرارداد کا کیا اثر لیا؟ اگر بھارت اب تک اس قرارداد کو پس پشت ڈالتا رہا ہے تو اقوامِ متحدہ نے اس کا کیا بگاڑ لیا؟ کیا مسلمان اور خصوصاً پاکستانی مسلمان پیدائشی بزدل بننے سے بھی گئے گزرے ہیں کہ ہماری حکومت نے لمحہ بھر میں معذرت خواہانہ رویہ اپنا لیا! کیا یہ مسلمانوں کی توہین نہیں؟ اس سے اہل پاکستان کی عزت ووقار میں کچھ اضافہ ہوا یا کمی؟ عساکر پاکستان بفضلہٖ تعالیٰ ایک جذبے کے ساتھ اپنی مصروفیتوں، ذمہ داریوں کو نبھاتے ہیں ان کے بارے میں تو اعتماد، احترام اور وقار کے علاوہ کوئی دوسری بات ہے ہی نہیں۔ بات تو ہے ہمارے جمہوری لیڈروں اور عوام کے منتخب نمائندوں کی کہ اگر انھوں نے بھی آمر ہی کا وطیرہ اپنانا تھا تو پھر اربوں روپے خرچ کر کے اس جمہوری حکومت اور جمہوریت کے کھیکھن کا کیا فائدہ؟

حکم رانوں سے یہ بات کیسے مخفی ہوسکتی ہے اور جناب صدر کی بلائی ہوئی اے۔ پی۔ سی مزید واضح کر گئی کہ کفر چاہے بھارت کا ہو یا کسی اور کا (الکفر ملۃ واحدۃ) اس لیے حالات کا تقاضا تو یہ تھا کہ اُس کے سامنے ڈٹ جاتے، اندریں صورت پوری قوم ان کے ساتھ ہوتی۔ پاکستان کے اندرونی بلکہ سیاستدانوں کے اختلافات گھر کا معاملہ ہیں، عوام مہنگائی وغیرہ سے بے شک پریشان اور نالاں ہیں لیکن کفر کے مقابلہ کے لیے حکومت اور عساکر پاکستان اہل پاکستان سے جو بھی قربانی مانگیں گے پوری قوم حاضر ہوگی۔ جناب زرداری آپ ایک بار پکاریں تو سہی پوری قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر آپ کے ساتھ کھڑی ہوگی۔ جناب سید یوسف رضا صاحب! کفر تو دل مسلم سے روح محمد نکالنے کے لیے بے تاب ہے کیا آپ بھی اس سے ڈر گئے؟ اپنے نانا کو کیا جواب دیں گے؟

اس کی رفاہی خدمات کے اعداد وشمار مؤقر روزنامہ ایکسپریس (14 دسمبر 2008ء) کے حوالے سے نقل کیے جا رہے ہیں۔

''جماعۃ الدعوۃ 1986ء میں قائم ہوئی تھی، پاکستان میں اس کے تحت 2 یونیورسٹیاں، 2 سائنس کالج، 160 سکول اور 50 مدارس کام کر رہے ہیں، جماعت کے ان 160 سکولوں میں تقریباً 30 ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں، جماعۃ الدعوۃ نے پاکستان میں 156 فری ڈسپنسریاں اور 72 ہسپتال بنا رکھے ہیں، ان ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں مریضوں کا مفت علاج ہوتا ہے، جماعۃ الدعوۃ نے بلوچستان کے دور دراز علاقوں میں میٹھے پانی کے 284 کنوئیں بھی کھدوائے ہیں اور یہ ادارہ اب تک 8 لاکھ افراد کو ہیپاٹائٹس کی ویکسین بھی لگا چکا ہے، اس ادارے نے سونامی کے بعد سری لنکا اور انڈونیشیا میں بھی خدمات سرانجام دی تھیں اور پوری دنیا کے بڑے بڑے اداروں نے جماعت کے کاموں کی تعریف بھی کی تھی، ادارے کے سربراہ حافظ محمد سعید کا دعویٰ ہے ان کا کوئی کارکن آج تک دہشت گردی کی کسی کارروائی میں ملوث ہوا اور نہ ہی پاکستان میں قانون نافذ کرنے والے کسی ادارے کو مطلوب رہا۔''

دیکھئے بھارتی حکم رانوں نے موقع پاتے ہی اقوامِ متحدہ سے اپنے تمام تقاضے بھی تسلیم کرا لیے اور مطالبے بھی داغ دیئے اور اپنے مطلوبہ افراد کی فہرست بھی بھجوا دی کہ ان افراد کو ہمارے حوالے کر دو۔ اگرچہ اخبارات کے مطابق بعض مطلوبہ افراد دنیا سے جا بھی چکے ہیں جب کہ ہماری حکومت نے اتنے ماہ گزرنے کے باوجود بھارتی حکومت سے کوئی افراد مانگے ہوں یا فہرست بھجوائی ہو یا بی۔ جے۔ پی، شیوسینا اور جلترنگ قسم کی انتہا پسند ہندو تنظیموں پر پابندی کا مطالبہ کیا ہو، ہمارے علم میں نہیں۔ جب کہ بھارتی اخبارات کے مطابق بھارتی فوج کے بعض افراد پر بھی دہشت گردی کا مقدمہ چل رہا ہے جب کہ پاکستان میں شاید ایسی کوئی مثال نہ ہو۔ یہ تفصیلات عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے حکم رانوں کو حواس خمسہ حاضر رکھ کر حکم رانی کرنی چاہیے، پاکستان ایک ملک بلکہ نظریاتی ملک ہے اس کا شہری پاکستانی اور صرف پاکستانی ہے اور بھارت ایک سیکولر ملک ہے۔ کوئی پاکستانی نہ کبھی ہندوستانی ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ بھارت ایک ہمسایہ ملک ہے اگر وہ اچھے ہمسائے کی طرح رہے تو اچھی بات ہے کہ مسلمان ہمسائے کا حق ہندو سے زیادہ جانتا اور اس کا پاس کرتا ہے۔ لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ پڑوس کی آڑ میں ہم ان سے پیار کی ایسی پینگیں ہی ڈال لیں جن سے ہماری عزت، وقار اور استحکام ہی داؤ پر لگ جائے۔ یہ وطن عزیز اللہ کی عطا ہے اس کی حفاظت ہر پاکستانی کا فرض ہے۔ یہ فرض اب تک ہر پاکستانی نبھاتا رہا ہے اور ان شاء اللہ نبھاتا رہے گا۔

’اسلامی نظریاتی کونسل‘ کی حالیہ سفارشات کا جائزہ

حافظ حسن مدنی

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کا آئینی ادارہ ہے۔ ۱۹۷۳ء کے دستور میں جب شق ۲۲۷ شامل کی گئی کہ پاکستان میں کوئی بھی قانون کتاب وسنت کے مخالف نہیں بنایا جائے گا تو عملاً اس کا باقاعدہ نظام وضع کرنے کی غرض سے اسی دستور میں ہی دفعہ نمبر ۲۲۸، ۲۲۹ اور ۲۳۰ میں ’اسلامی نظریاتی کونسل‘ کے نام سے ۲۰/افراد پر مشتمل ایک آئینی ادارہ بھی تشکیل دیا گیا جس کا مقصد صدر، گورنر یا اسمبلی کی اکثریت کی طرف سے بھیجے جانے والے معاملے کی اسلامی حیثیت کا جائزہ لے کر ۱۵/دن کے اندر اندر اُنھیں اپنی رپورٹ پیش کرنا تھا۔ شق نمبر ۲۲۸ میں یہ قرار دیا گیا کہ اس کے اراکین میں جہاں تمام فقہی مکاتب فکر کی مساوی نمائندگی ضروری ہوگی، وہاں اس کے کم از کم چار ارکان ایسے ہوں گے جنھوں نے اسلامی تعلیم وتحقیق میں کم وبیش ۱۵ برس صرف کیے ہوں اور اُنھیں عوام پاکستان کا اعتماد حاصل ہو۔ [شق ۲۲۸ اے، سی]

اپنے یومِ وجود سے لے کر آج تک کونسل نے متعدد اہم مسائل پر حکومت پاکستان کو شرعی رہنمائی اور تجاویز مہیا کی ہیں۔ کونسل کا ماضی اس حوالے سے بڑا تابناک رہا ہے کہ یہاں سے بالعموم کتاب وسنت کی ترجمانی اور قوم کو قیمتی سفارشات میسر آتی رہی ہیں اور عام مسلمانوں سے لے کر اہل علم ودین حضرات میں اس کی رائے کو قدر ووقعت سے دیکھا جاتا رہا ہے۔

مشرف حکومت نے جہاں وطن عزیز کو دیگر بہت سے سنگین مسائل سے دوچار کیا، وہاں اپنے مغربی افکار کی بدولت نظریاتی میدان میں بھی اُنھوں نے پاکستانی قوم کو تبدیل کرنے کی متعدد کوششیں کیں، جن میں تعلیم اور میڈیا میں اسلام مخالف اِقدامات سرفہرست ہیں۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ مشرف حکومت کے آخری سالوں یعنی ۲۰۰۶ء کی آخری سہ ماہی میں پاکستان میں حدود قوانین کی ’مزعومہ اصلاح‘ کے لیے ایک بھرپور مہم چلائی گئی تھی، اور اس کو بعض اربابِ ابلاغ نے اس طرح پاکستانی قوم کے ذہن پر سوار کردیا تھا کہ گویا اس دور کا سب سے سنگین ترین مسئلہ یہی سمجھا گیا جو بچے بچے کی زبان پر تھا۔ اس دور میں مختلف قومی حلقوں کی طرف سے یہ مطالبہ کیا جاتا رہا کہ حکومت کو چاہئے کہ اسلامی نظریاتی کونسل سے، جو اس بحث کا اصل علمی اور آئینی پلیٹ فارم ہے، اس سلسلے میں رہنمائی حاصل کرے۔ لیکن مارچ ۲۰۰۶ء و مابعد ہونے والے کونسل کے متعدد اجلاسوں کے بعد کونسل میں ان قوانین کے خلافِ اسلام ہونے پر اتفاقِ رائے پیدا نہیں ہوسکا تھا اور حکومت کی سرتوڑ کوشش کے باوجود اُسے یہاں سے شرعی واخلاقی تائید حاصل نہ ہوسکی تھی۔

انہی دنوں مشرف حکومت نے ’’اسلامی نظریاتی کونسل‘‘ کی اس اسلام پسندی اور حکومت نوازی سے گریز پر قابو پانے کے لیے بعض ’’روشن خیال‘‘ دانشوروں کو اس کونسل میں شامل کیا تاکہ اس کی رائے میں انتظامی طور پر تبدیلی لائی جاسکے۔ اس میں سب سے اہم تبدیلی تجدد پسند دانشور جاوید احمد غامدی کی بطورِ رکن نامزدگی تھی۔ حکومت کی اس دخل اندازی کا یہ نتیجہ تو برآمد ہوا کہ کونسل اپنے اسلامی تشخص سے محروم ہوکر اپنا سابقہ اعتماد واعزاز کھو بیٹھی اور نظریاتی کونسل کے متعدد ممبران (مثلاً حاجی محمد حنیف طیب اور مظہر سعید کاظمی وغیرہ) نے اپنی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا، لیکن باضمیر ممبران نے مشرف حکومت کو یہاں سے حدود قوانین کی کلی تائید حاصل نہ ہونے دی۔

اراکین کونسل کے استعفیٰ کے دنوں میں اخلاقی برتری کے لیے جاوید احمد غامدی نے بھی کونسل کی رکنیت سے عین اسی طرح استعفیٰ دے

دیا جیسے چوہدری شجاعت حسین نے پارلیمنٹ سے نمائشی استعفیٰ دیا تھا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ دیگر مخلص ممبران سے تو آج تک کونسل محروم چلی آرہی ہے، لیکن جاوید غامدی صاحب نہ صرف اسی شان وشوکت سے بلکہ اپنے دیگر حواریوں کے آنے کے بعد زیادہ آب وتاب سے وہاں براجمان ہیں۔ یاد رہے کہ کونسل کے موجودہ اراکین کی غالب اکثریت تجدد پسند دانشوروں پر مشتمل ہے مثلاً رشید جالندھری، ڈاکٹر منظور احمد، سید افضل حیدر اور سرفہرست جناب صدر نشین ڈاکٹر خالد مسعود صاحب۔

اس وقت کونسل میں ایک ہی شخصیت ہیں جنھیں معروف معنی میں عالم دین قرار دیا جاسکتا ہے اور وہ ہیں جناب عبداللہ خلجی صاحب، جو گاہے گاہے ان تجدد پرستوں کے درمیان اپنے اختلافات کا دبے لفظوں میں اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اس بنا پر کونسل کی موجودہ ہیئت اس اعتبار سے خلافِ آئین بھی ہے کہ شق ۲۲۸ اے کی رو سے یہاں تمام مسلمہ مکاتب فکر کی نمائندگی موجود نہیں اور اس اعتبار سے بھی کہ شق ۲۲۸ سی کی رو سے کم ازکم چار علمائے کرام ممبران میں سے فی الوقت صرف ایک شخصیت مولانا عبداللہ خلجی صاحب موجود ہیں۔

کونسل میں مذکورہ بالا حکومتی تبدیلی کا نتیجہ یہ نکلا کہ کونسل نے اپنے تابناک ماضی کے برعکس یوٹرن لیا۔ گزشتہ دو برس کی سفارشات کا ایک سرسری مطالعہ اس دعویٰ کی کافی دلیل ہے کہ غامدی صاحب کے آنے کے بعد کونسل ان کے منحرفانہ آراء وافکار کا مرکز ومحور بن گئی۔ وہ مباحث جو اس سے قبل غامدی صاحب کے مجلّہ ''اشراق''، ان کی کتاب ''میزان'' اور ''المورد'' کی ویب سائٹ پر ملتے تھے، بعد میں ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کے معتبر نام سے پیش ہونے لگے۔ یوں تو کونسل کے موجودہ اراکین اپنے تفردات اور اسلام کے بارے میں عجوبہ روزگار خیالات کے حوالے سے پاکستان کے اہل علم حضرات میں پہلے بھی جانے پہچانے جاتے ہیں۔ لیکن جاوید غامدی صاحب کی شکل میں اُنھیں ایسا نفس ناطقہ میسر آیا جو کتاب وسنت سے من چاہا استدلال کرنے اور اُن سے اپنی بات کہلوانے کی جرأتِ رندانہ کا حامل تھا۔ اس پر مستزاد جاوید غامدی کے مختلف ذرائع ابلاغ میں پھیلے ہوئے شاگرد☆ ہیں جو کونسل کی غلط سفارشات کی ترجمانی اور تائید کے لیے ہر دم کمربستہ رہتے ہیں۔ طبقہ علماء میں سے صرف ایک شخصیت کی موجودگی اور مغرب نوازوں کی کثرت کے بعد کونسل کی سفارشات کو اسلام کی ترجمانی کی بجائے ''جدت پسندی'' نہ سمجھا جائے تو کیا کہا جائے؟ اگر موجودہ کونسل کو ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کی بجائے ''تجدد زدہ دانشوروں کا مرکز'' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

غامدی صاحب کے منحرفانہ افکار سے اس وقت بہت سے اہل علم بخوبی آگاہ ہیں۔ محدث میں ان کے افکار پر مضامین تسلسل سے شائع ہوتے رہے ہیں اور ان کے افکار کے جو سنگین اثرات مسلم فکر ونظر پر سامنے آنا شروع ہوئے ہیں، اس سے ہر محبّ دین شخص متفکر نظر آتا ہے۔ غامدی صاحب کی کاوشوں کا ایک مرکز تو ٹی وی سکرین ہے، جہاں وہ آئے روز دین کے نام پر نت نئے خیالات پیش کرتے رہتے ہیں۔ ان کا دوسرا مرکز ''اسلامی نظریاتی کونسل'' ہے۔ ایک معتمد آئینی ادارے کو اُنھوں نے اپنے غلط افکار کا زینہ بنا رکھا ہے، جہاں حکومتی وسائل بھی ان کے نظریات کے فروغ کے لیے صرف ہو رہے ہیں۔

اپنے ''نادر'' افکار کو معاشرے میں پروان چڑھانے کے لیے موجودہ نظریاتی کونسل نے گزشتہ برس ایک اور خطرناک قدم یہ اٹھایا ہے کہ اپنی ۳۵ سالہ تاریخ کے برعکس، جب کہ کونسل کی تمام سفارشات حکومت کے لیے مخصوص ہوتی تھیں، ایک سلسلہ وار سہ ماہی مجلّہ ''اجتہاد'' کے نام سے شائع کرنا شروع کیا۔ اور مختصر مدت کے بعد مجالس بھی منعقد کرنا شروع کی ہیں۔ ''اجتہاد'' کا تیسرا شمارہ ابھی حال میں شائع ہوکر سامنے آیا ہے۔ ہماری نظر میں اسلامی نظریاتی کونسل کا یہ مجلّہ ''اجتہاد'' متجددین کے افکار کا مرکز ہے جس کے ذریعے اُنھیں حکومتی اور آئینی پلیٹ فارم سے قوم میں اپنے نظریات پھیلانے کا سنہرا

☆...... بطورِ مثال حالیہ سفارشات کے حق میں غامدی صاحب کے شاگرد رشید خورشید ندیم کے روزنامہ ''جنگ'' میں دو کالم اور روزنامہ پاکستان میں جناب افضال ریحان کا تین قسطوں پر مشتمل تفصیلی مضمون ملاحظہ کریں۔

موقع ہاتھ آیا ہے۔

مجلّہ ''اجتہاد'' کے موضوعات ومشمولات کی ایک جھلک اور افکار پر ایک تبصرہ تو پھر کبھی سہی، سر دست موجودہ نظریاتی کونسل نے جو نیا ''کارنامہ'' انجام دیا ہے، اس نے ملک بھر کے علمی حلقوں میں شدید تشویش کی لہر دوڑا دی ہے اور پاکستان کے ممتاز علماء نے ایک بار پھر شدت سے یہ مطالبہ دہرایا ہے کہ نظریاتی کونسل کو از سر نو تشکیل دیا جائے اور اس میں آئینی طور پر ماہرین شریعت کی مطلوبہ تعداد کو پورا کیا جائے، نیز تمام مکاتب فکر کو نمائندگی دی جائے۔ یاد رہے کہ کونسل اس وقت حدود قوانین کے حادثہ کے سبب محض ۹ ممبران پر ہی اکتفا کر رہی ہے، جب کہ ممبران کی کل تعداد ۲۰ تک ہے۔

کونسل کی تازہ سفارشات کا متن:

۱۵ نومبر بروز ہفتہ کونسل نے بعض عائلی مسائل پر چند نئی سفارشات منظور کی ہیں جن کے بارے میں ملک بھر کے دینی وعوامی حلقوں نے شدید احتجاج کیا ہے۔ پہلے وہ سفارشات ملاحظہ فرمائیں، پھر علمائے پاکستان کا احتجاج اور آخر میں ان سفارشات پر ہمارا تبصرہ۔ یاد رہے کہ درج ذیل سفارشات کا متن اسلامی نظریاتی کونسل کی آفیشل ویب سائٹ سے ماخوذ ہے، اور اُردو ترجمہ بھی کونسل کا ہی جاری کردہ ہے:

①...... یہ قانون بنا دیا جائے کہ بیوی اگر کبھی تحریری طور پر طلاق کا مطالبہ کرے گی، تو شوہر ۹۰ دن کے اندر اُسے طلاق دینے کا پابند ہوگا۔ وہ اگر ایسا نہیں کرے گا تو یہ مدت گزر جانے کے بعد طلاق واقع ہوجائے گی، الا یہ کہ بیوی اپنا مطالبہ واپس لے لے۔ اس کے بعد شوہر کے لیے رجوع کا حق نہیں ہوگا اور بیوی پابند ہوگی کہ مہر اور نان نفقہ کے علاوہ اگر کوئی اَموال واَملاک شوہر نے اسے دے رکھے ہیں اور اس موقعہ پر وہ اُنھیں واپس لینا چاہتا ہے، تو فصل نزاع کے لیے عدالت سے رجوع کرے یا اس کا مال اسے واپس کردے۔

②...... طلاق کے مؤثر ہوجانے کے بعد مطلقہ عورتیں اگر چاہیں تو عدالت شوہر کے معاشی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے لیے قرآن کے مطابق عطا کردہ حق متاع کی مقدار متعین کرنے کا حکم صادر کرسکتی ہے، جو یک مشت بھی ہوسکتی ہے اور ماہ بہ ماہ بھی، جب تک مطلقہ عورت کی اگلی شادی نہ ہوجائے۔

③...... طلاق کی رجسٹریشن کے نظام کو مؤثر بنایا جائے اور اس کی رجسٹریشن بھی اسی طرح ہونی چاہیے جس طرح نکاح کی رجسٹریشن ہوتی ہے۔

④...... مجوزہ طلاق نامہ فارم پر غور کرتے ہوئے کونسل نے فیصلہ کیا کہ اس مجوزہ فارم کے ساتھ ایک تعارفی پیراگراف بھی دیا جائے کہ طلاق کی رجسٹریشن نہ ہونے کی وجہ سے جو مفاسد پیدا ہو رہے ہیں، ان کی وجہ سے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ نکاح نامہ کی طرز پر ایک طلاق نامہ فارم بھی تجویز کیا جائے۔

⑤...... مہر عورت کا حق ہے، اسے کسی حالت میں بھی چھوڑا نہیں جاسکتا۔ تاہم عدالت اگر چاہے تو تحائف اور فوائد کے سلسلے میں مصالحت کراسکتی ہے۔ کونسل نے عائلی عدالتوں کے قانون مجریہ ۱۹۶۴ء کی دفعہ ۱۰ کی ذیلی دفعہ ۴ میں لفظ حق مہر کو شادی کے عوض دیئے گئے تحائف اور فوائد سے تبدیل کرنے کی تجویز سے اتفاق کیا اور اسے قانون کا حصہ بنانے کی سفارش کی۔

⑥...... کونسل نے محرم کے بغیر خواتین کے سفر حج کے بارے میں فیصلہ دیا۔ دستورِ پاکستان اور دیگر ملکی قوانین کے تحت خواتین آزادی سے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سفر کرسکتی ہیں۔ اس پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ سعودی عرب کے قوانین کونسل کے دائرۂ اختیار میں نہیں آتے۔

⑦...... خالص سائنسی طریقے سے مکہ مکرمہ کو مرکز بنا کر چاند کی ولادت کے لحاظ سے پوری دنیا کے لیے ایک ہجری کیلنڈر بنا دیا جائے اور تمام مذہبی تہوار اس کے مطابق منائے جائیں۔

⑧...... کونسل نے ملک میں بڑھتی ہوئی دہشت گردی اور انتہا پسندانہ رجحانات کے پیش نظر ایک خصوصی رپورٹ شائع کرنے کا فیصلہ کیا جس کی روشنی میں حکومت کو دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے سفارشات

پیش کی جائیں گی۔ اس سلسلے میں کونسل نے اس بات پر بھی توجہ دی ہے کہ دہشت گردی کی صورت میں ایک عام آدمی کو کیا کرنا چاہیے؟

⑨......کونسل نے نادار اَقربا کی کفالت کے لیے قانون سازی کی سفارش کی اور اس کے لیے اپنے تیار کردہ ''آرڈیننس برائے نادار اقربا'' کے مسودے کو حکومت کے سامنے دوبارہ پیش کرنے کی سفارش کی۔ کونسل نے نفاذِ شریعت کے حوالے سے کچھ رہنما اُصول منظور کیے ہیں جنھیں نفاذِ شریعت پر ہونے والی آئندہ کانفرنسوں میں علمائے کرام کے سامنے رکھا جائے گا۔

یہ تو تھا کونسل کے ۱۷۱ویں اجلاس کی سفارشات کا مکمل متن جس کے اہم نکات کو روزنامہ ''جنگ'' نے اگلے روز یعنی ۱۶/نومبر ۲۰۰۸ء کو کونسل کے چیئرمین کی زبانی یوں رپورٹ کیا:

''شوہر کو تحریری طلاق کا مطالبہ کرنے والی بیوی کو ۹۰ روز کے اندر طلاق دینے کا قانونی پابند بنایا جائے۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں معینہ مدت کے بعد نکاح فسخ قرار پائے گا۔ کونسل نے نکاح نامے کی طرح طلاق نامہ بھی تجویز کیا ہے اور حکومت سے کہا ہے کہ نکاح کی طرح طلاق کی رجسٹریشن بھی کی جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا اجلاس ہفتے کو کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر خالد مسعود کی صدارت میں ہوا جس میں کونسل نے رؤیت ہلال کے مسئلے کو غیر متنازع بنانے کے حوالے سے تجویز کیا ہے کہ مکہ مکرمہ کو مرکز بنا کر تمام مذہبی تہوار اسی کے مطابق منائے جائیں۔ گزشتہ دنوں ڈاکٹر خالد مسعود نے صدرِ مملکت سے ملاقات میں کونسل کی سفارشات پر قانون سازی کی طرف توجہ مبذول کروائی تو انھوں نے پارلیمانی اُمور کے وفاقی وزیر ڈاکٹر بابر اعوان کی سربراہی میں کونسل کی رپورٹوں کے جائزے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دے دی ہے۔ کونسل کے تمام اراکین نے صدر کے اس اقدام کو سراہتے ہوئے اس اُمید کا اظہار کیا کہ اب کونسل کی سفارشات کو بہت جلد بحث کے لیے پیش کیا جاسکے گا۔''

پاکستان کے ممتاز و معتمد علمائے کرام کا شدید احتجاج:

①......کونسل کی ان تجاویز کو اخبارات میں شائع ہوئے ابھی ہفتہ بھی نہیں گزرا کہ اس بارے میں ہر مکتب فکر کا شدید احتجاج سامنے آیا ہے۔ پاکستان کے جید اہل علم اور ممتاز دینی ادارے ان کی مخالفت میں یک زبان ہیں۔ اِن سفارشات کے غلط ہونے میں کہیں دو رائے موجود نہیں اور انھیں شریعت میں کھلم کھلا تحریف قرار دیا جارہا ہے، مثلاً:

''اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین شریعت میں تحریف کی کوششوں سے باز رہیں۔ ان خیالات کا اظہار ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت'' اور ''جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن'' کے رہنماؤں نے کراچی دفتر میں منعقدہ ایک اجلاس میں کیا۔ ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت'' کے نائب امیر اور جامعہ علوم اسلامیہ کے رئیس ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب مدیر سید سلیمان یوسف بنوری، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر مولانا سعید احمد جلال پوری، مولانا امداد اللہ اور مفتی عبدالمجید دین پوری نے اجلاس میں موجود شرکا سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین خالد مسعود دین وشریعت اور منصوصاتِ اسلام میں تحریف وتنسیخ سے باز رہیں۔ اُنھوں نے مزید کہا کہ شریعت اور احکامِ شریعت آج سے ۱۴ سو سال قبل آنحضرت ﷺ نے مقرر فرما دیئے ہیں جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔

اُنھوں نے کہا کہ اسلام اور شریعت میں ہر دور اور طبقے کے لیے احکامات موجود ہیں، اس میں کسی قسم کی ترمیم وتنسیخ کا مشورہ دینا مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے مترادف ہے۔

اُنھوں نے حکومت سے پرزور مطالبہ کیا کہ مغرب زدہ ان نام نہاد اسکالروں کو اس اہم منصب سے برطرف کیا جائے اور ان کی جگہ مستند علمائے کرام کو اس منصب پر فائز کیا جائے۔ اجلاس سے متعدد اہل علم اور دینی شخصیات نے خطاب کرتے ہوئے اس سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار کیا۔'' [روزنامہ ''جنگ''، ۲۰ نومبر]

②......کونسل کی ان سفارشات کے بعد مختلف اہل علم حضرات کا مطالبہ متفقہ طور پر سامنے آیا ہے کہ نظریاتی کونسل کی تشکیل جدید کی جائے، وگرنہ ملکی سطح پر احتجاجی تحریک چلائی جائے گی۔ موجودہ اراکین

اس قابل نہیں ہیں کہ وہ اسلام کی ترجمانی کا اہم فریضہ انجام دے سکیں۔ان سفارشات کے بعد بے چینی اس قدر پھیل گئی کہ ''جیو ٹی وی چینل'' نے اپنے پروگرام ''عالم آن لائن'' میں ملک بھر کے ممتاز علماء کو مدعو کرکے ان سے مختلف سوالات کیے، جن کے جواب میں ''ممتاز عالم دین اور'' مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی'' پاکستان کے چیئرمین پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن نے صدرِ مملکت آصف علی زرداری کو متنبہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت نے اگر اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو اہمیت دیتے ہوئے انھیں نافذ کرنے کی کوشش کی تو علماء پورے ملک میں بھرپور تحریک چلائیں گے اور شریعت کے تحفظ کے لیے ہر آئینی، قانونی اور اخلاقی اقدام بلا کسی تامل اٹھائیں گے۔ جیو کے معروف پروگرام ''عالم آن لائن'' میں اسلامی نظریاتی کونسل کی متنازعہ سفارشات پر ممتاز اسکالر ڈاکٹر عامر لیاقت حسین کے مختلف سوالات کے جوابات دیتے ہوئے انھوں نے مطالبہ کیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو فی الفور تحلیل کیا جائے اور اسلام کو سمجھنے اور اس کی تعلیم دینے والوں کو اس اہم آئینی ادارے کا رکن بنایا جائے۔

اُنھوں نے زور دے کر کہا کہ موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل دراصل پرویز مشرف کا لگایا ہوا پودا ہے اور اس کی سفارشات سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایک متوازی شریعت قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اگر حکومت نے بروقت اس کا توڑ نہ کیا تو باجوڑ اور مالاکنڈ میں اٹھنے والی لہر پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔

''جامعہ بنوریہ العالمی'' کے مہتمم اور ممتاز عالم دین مفتی محمد نعیم نے کہا کہ اسلامی امور میں پی ایچ ڈی کرنے والے ہر شخص کے بارے میں یہ تصور کرلینا کہ وہ اسلامی اُمور کا بھی ماہر ہے، صریحاً غلط ہے۔ انھوں نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل میں شامل تمام افراد نا اہل ہیں جن کا کام صرف تنخواہیں لینا اور مراعات حاصل کرنا ہے، انھیں نہ دین کی سمجھ ہے، نہ دنیا کی۔

جمعیت علمائے اسلام کے رہنما مولانا اسعد تھانوی نے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو براہِ راست شریعت سے متصادم قرار دیتے ہوئے اسے ایک انتہائی غیر معقول اقدام قرار دیا۔ ''جمعیت اہل حدیث پاکستان'' کے سربراہ پروفیسر ساجد میر نے کہا کہ مجھ سے اسلامی نظریاتی کونسل کے ایک رکن نے کہا کہ ہم نے ایسی کوئی سفارشات پیش نہیں کی ہیں۔ میڈیا والے یونہی بات کا بتنگڑ بنا دیتے ہیں لیکن وہیں پر موجود اسلامی نظریاتی کونسل میں کام کرنے والی ایک اہم شخصیت نے کہا کہ موصوف جھوٹ بول رہے ہیں، یہ سارا کیا دھرا اِن ہی کا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا مگر جب اراکین ہی اتنے جھوٹے ہوں تو سفارشات کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے مستعفی رکن اور مقامی ہسپتال میں زیر علاج حاجی محمد حنیف طیب نے ٹیلیفون پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میں نے استعفیٰ ہی دراصل اسی لیے دیا تھا۔ کیوں کہ اسلامی نظریاتی کونسل کا ایجنڈا نیک نہیں تھا اور میرے ساتھ موجودہ وفاقی وزیر حامد سعید کاظمی کے بڑے بھائی مظہر سعید کاظمی بھی ان ہی وجوہات کی بنا پر مستعفی ہوئے تھے۔

پروگرام کے میزبان ڈاکٹر عامر لیاقت حسین نے پروگرام کے دوران کئی مرتبہ اسلامی نظریاتی کونسل کا موقف جاننے کی کوشش کی، تاہم چیئرمین کے سیکرٹری نے یہ کہہ کر بات کرانے سے انکار کردیا کہ وہ اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتے، ان کا کام سفارشات پیش کرنا تھا اب یہ پارلیمنٹ کا کام ہے کہ وہ اسے منظور کرے یا ردّ، وہ فی الحال کوئی تبصرہ نہیں کرسکتے۔ اس موقع پر بعض دیگر اَراکین سے بھی رابطے کی کوشش کی گئی، تاہم کوئی بھی ان سفارشات کا دفاع کرنے کے لیے تیار نہیں ہوا۔'' [روزنامہ ''جنگ''، ۲۰ نومبر]

③...... جماعت اسلامی پاکستان نے ان سفارشات پر اپنا ردّ عمل ان الفاظ میں پیش کیا:

''ممتاز دینی وسیاسی رہنماؤں نے اسلامی نظریاتی کونسل کی جاری کردہ سفارشات کو شرعی احکام کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے اسے ردّ کردیا ہے اور کہا ہے کہ نکاح اور طلاق کے احکام اور قواعد

وضوابط طے شدہ ہیں، اُنھیں مغربی تہذیب اور کلچر کو رواج دینے کے لیے ختم یا ان میں مجوزہ قسم کی ترامیم کرنے کا اختیار کسی کو حاصل نہیں ہے۔ موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل اپنے مینڈیٹ سے تجاوز کرتے ہوئے شرعی احکام میں ترمیم کررہی ہے۔ امیر جماعت اسلامی پاکستان قاضی حسین احمد، نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان چوہدری محمد اسلم سلیمی ایڈووکیٹ، اسد اللہ بھٹو امیر جماعت اسلامی سندھ، حافظ محمد ادریس ڈائریکٹر ادارہ معارفِ اسلامی لاہور، شیخ القرآن والحدیث مولانا عبدالمالک صدر جمعیت اتحادالعلماء پاکستان، مولانا عبدالجلیل نقشبندی صدر جمعیت اتحاد العلماء پنجاب، مولانا عبدالرؤف صدر جمعیت اتحادالعلماء کراچی، شیخ الحدیث آغا محمد منصورہ سندھ، مولانا سید محمود فاروقی اور شیخ الحدیث دارالسلام گزری نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کہا کہ عورت کی تحریری درخواست پر اس کے کیس کی سماعت ہوسکتی ہے اور عدالت شرعی احکام کی روشنی میں فیصلہ کرسکتی ہے۔ لیکن ایسی قانون سازی نہیں کی جاسکتی جس میں محض عورت کی تحریری درخواست پر شوہر کو طلاق کا پابند کردیا جائے اور اس کے لیے مدت مقرر کردی جائے۔ عورت مظلوم ہو، طلاق کی حق دار ہو تو عدالت ہر کیس کی نوعیت کو دیکھ کر فیصلہ دے گی۔

شوہر ظالم نہ ہو، عورت کے حقوق ادا کرتا ہو تو عورت کی درخواست خارج کردی جائے گی اور مصالحت کرائی جائے گی۔ اسی طرح طلاق کی رجسٹریشن بھی غیر شرعی ہے، زبانی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ قرآن وسنت اور اجماع امت اس پر گواہ ہے۔ آج تک زبانی طلاق ہی نافذ ہوتی رہی ہے۔ محرم یا عورتوں کی جماعت کا تحفظ سفر کے لیے ضروری ہے۔ اگر دستورِ پاکستان نے کوئی پابندی عائد نہیں کی تو یہ ایک خلا ہے۔ اس خلا کو حجت بنا کر شرعی حکم کو ختم نہیں کیا جاسکتا بلکہ خلا کو شریعت کے مطابق پر کیا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی ان سفارشات کو ہم مسترد کرتے ہیں اور اس پر شدید احتجاج کرتے ہیں۔''

[۱۶/نومبر]

④...... ملک کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم کراچی نے ان سفارشات پر اپنا موقف پیش کرتے ہوئے قرار دیا:

''جامعہ دارالعلوم کراچی کے صدر مفتی رفیع عثمانی، نائب صدر مفتی تقی عثمانی، مفتی محمود اشرف، مفتی عزیز الرحمٰن اور مفتی عبدالرؤف سکھروی نے اپنے مشترکہ بیان میں مطالبہ کیا ہے کہ دستور کے تقاضوں کے مطابق معتمد علمائے دین پر مشتمل نئی اسلامی نظریاتی کونسل تشکیل دی جائے اور امت کو انتشار سے بچانے اور فتنے سے محفوظ رکھا جائے۔ انھوں نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے جبری طلاق اور بغیر محرم کے حج کرنے سے متعلق جو سفارشات پیش کی ہیں وہ علم دین سے واقفیت رکھنے والے ہر شخص کے لیے حیرت ناک، قابل مذمت اور فتنہ انگیز ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی موجودہ ہیئت نہ دستور کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے اور نہ ہی اس کو عوام اور اہل علم کا اعتماد حاصل ہے۔ سابق صدر پرویز مشرف نے اپنی نام نہاد روشن خیالی کے نام پر اس کی تشکیل دی تھی اور اس وقت ارکان کے تعداد کے لحاظ سے بھی وہ نامکمل ہے اور مستند ومعتمد علمائے دین میں سے کوئی بھی اس کی رکنیت میں شامل نہیں ہے۔'' [روزنامہ ''جنگ''، ۲۱نومبر]

⑤...... کونسل کی مذکورہ بالا سفارشات آنے کے بعد مختلف علمائے کرام اور دینی تنظیموں نے اس سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار کیا، قومی اخبارات احتجاج سے بھرے پڑے ہیں۔ علماء کے اس شدید احتجاج کی تائید کرتے ہوئے وفاقی وزیر مذہبی اُمور نے بھی اطمینان دلایا اور یہ قرار دیا کہ کونسل کی ان سفارشات کی موجودہ حالت میں کبھی توثیق نہیں کی جائے گی:

''حکومت اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر نظر ثانی کرائے گی جو ایک نامکمل کونسل نے جاری کی ہیں، موجودہ کونسل میں ۸/ارکان ہیں جب کہ اس کی کل تعداد ۲۰ ہے۔ تمام مکاتب فکر کے ممتاز علماء کو شامل کرنے کے بعد سفارشات پر نظر ثانی کی جائے گی۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی حالیہ سفارشات کی موجودہ حالت میں توثیق نہیں کی جائے گی۔ وفاقی وزیر مذہبی اُمور علامہ حامد سعید کاظمی نے یہ یقین دہانی منگل کے روز قومی اسمبلی میں نکتہ اعتراض پر جواب دیتے ہوئے کرائی ہے۔ قبل ازیں اپوزیشن کی طرف سے صاحبزادہ فضل کریم نے نکتہ

اعتراض پر معاملہ اٹھایا تھا۔ انھوں نے اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے حال ہی میں جاری کی گئی سفارشات کو غیر شرعی قرار دیا اور کہا کہ یہ سفارشات موجودہ حکومت کے خلاف سازش ہے۔

حکومت کی طرف سے وفاقی وزیر مذہبی امور علامہ حامد سعید کاظمی نے ایوان میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات باضابطہ طور پر ارسال نہیں کی گئی ہیں، اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان کی کل تعداد ۲۰ ہے، سابق حکومت نے ۸/ ارکان سے ہی کام چلایا ہے، ہماری حکومت باقی ارکان کی نامزدگی کرے گی جس میں ممتاز علمائے کرام شامل ہوں گے جن کا تمام مکتبہ ہائے فکر سے تعلق ہوگا، اس کے بعد ان سفارشات پر نظر ثانی کی جائے گی۔ تب قانون سازی کا مرحلہ آئے گا، ان سفارشات کی موجودہ حالت میں توثیق نہیں کی جائے گی۔

وفاقی وزیر قانون فاروق نائیک نے موقف اختیار کیا ہے کہ سفارشات وزارت کو موصول نہیں ہوئی ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر علماء کرام نے جو تحفظات کا اظہار کیا ہے، وہ جلد بازی میں کیا جارہا ہے، کونسل کی سفارشات پر قانون سازی قومی اسمبلی کا معاملہ ہے۔ جب سفارشات ایوان میں پیش کی جائیں گی تب ارکانِ اسمبلی اس میں ترامیم پیش کرسکتے ہیں۔ انھوں نے یقین دہانی کرائی کہ خلافِ اسلام کوئی قانون سازی نہیں ہوگی۔ وفاقی وزیر پارلیمانی امور ڈاکٹر بابر اعوان نے کہا کہ پیپلز پارٹی نے ایسی کوئی سفارشات تیار نہیں کرائی ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارشات تیار کرکے ایوانِ صدر بھجوائی ہیں جس کا جائزہ لینے کے لیے کمیٹی بنائی گئی ہے جس کی سربراہی ان کے پاس ہے۔ ادھر ایک بیان کے مطابق مرکزی جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی صدر فضل کریم نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین نے اسلامی اُصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مرکزی حکومت کو جو سفارشات عورت کے طلاق کے سلسلے میں پیش کیں وہ غیر شرعی ہیں اور عوام اہلسنّت، ارکانِ مرکزی جمعیت علمائے پاکستان مذکورہ چیئرمین کے خلاف قانونی اور سیاسی اقدامات کرنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔'' [روزنامہ جنگ، ۱۹/ نومبر]

علمائے کرام کے احتجاج کی وضاحت:

علماء کے اس شدید احتجاج کے جواب میں کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر خالد مسعود کو بھی دفاعی انداز اختیار کرتے ہی بنی اور انھوں نے یہ جواز پیش کیا کہ انھوں نے قانون سازی کے لیے پارلیمنٹ کو صرف سفارشات دی ہیں، کوئی فتویٰ جاری نہیں کیا، البتہ اپنے موقف کی تائید میں انھوں نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ

''نئی سفارشات کا مقصد عورت کو طلاق کا حق دینا نہیں بلکہ خلع کے قانون کو آسان بنانا اور طلاق کی رجسٹریشن کو لازمی بنا کر کئی قانونی پیچیدگیوں سے بچنا ہے۔ ان خیالات کا اظہار انھوں نے گزشتہ روز ''آن لائن'' کو دیئے گئے خصوصی انٹرویو میں کیا۔ چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل نے کہا کہ کونسل نے ڈیڑھ سال کی تحقیق اور تمام ممالک کے اسلامی قوانین کا جائزہ لینے کے بعد طلاق کی رجسٹریشن اور عورت کی طرف سے طلاق کے تحریری مطالبے پر تین ماہ میں خود بخود طلاق واقع ہوجانے کے لیے قانون کی سفارش کی ہے۔ اس سلسلے میں کونسل کے نو ممبران میں سے آٹھ نے اس کی حمایت کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ان سفارشات کا مقصد عورت کو طلاق کا حق دینا نہیں بلکہ خلع کے قانون کو آسان بنانا اور طلاق کی رجسٹریشن کو لازمی بنا کر کئی قانونی پیچیدگیوں سے بچنا ہے۔

ڈاکٹر خالد مسعود نے کہا کہ ان سفارشات کے بعد کچھ علمائے کرام اور مذہبی تنظیموں کی طرف سے میری ذات اور کونسل کے خلاف تنقید کا ایک طوفان اٹھایا جارہا ہے۔ کونسل نے اپنے اختیارات سے تجاوز نہیں کیا بلکہ اپنی آئینی حدود میں رہتے ہوئے مکمل تحقیق کے بعد طلاق جیسے حساس مسئلے پر حکومت کو قانون سازی کے لیے سفارشات پیش کی ہیں، کوئی فتویٰ جاری نہیں کیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین نے کہا کہ اسلام نے عورتوں کو مکمل حقوق فراہم کیے ہیں اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو اسے علیحدگی

اختیار کرنے اور طلاق لینے کا حق حاصل ہے۔ اگر عورت اپنا مہر چھوڑ دے یا اس سے کچھ کم یا زیادہ مال شوہر کو دے کر طلاق طلب کرے تو شوہر طلاق دینے کا پابند ہے جب کہ طلاق کو رجسٹر کرنے سے کئی قانونی پیچیدگیوں سے بچا جاسکتا ہے۔'' [جنگ، ۲۱ نومبر]

معاملہ کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے ۲۵ نومبر بروز پیر حکومت نے اس سلسلے میں ایک اہم اجلاس طلب کیا جس میں وفاقی وزیر قانون نے کہا کہ اسلام میں عورت کو طلاق کا حق حاصل ہے، لیکن ہم کونسل کی سفارشات کا سنجیدگی سے جائزہ لیں گے۔

''حکومت ملک میں خواتین کے تحفظ، بچوں کی کفالت اور ان کی حفاظت سمیت خواتین کے حقوق کی بہتری کے لیے قانون سازی کرنا چاہتی ہے لیکن یہ تمام قانون سازی قرآن وسنت کے مطابق اور اس کے دائرہ کے اندر ہوگی اور جہاں ضرورت پڑے گی، ہم دیگر علمائے کرام سے بھی مشاورت کریں گے۔ پیر کو وزارتِ قانون وانصاف میں منعقدہ اجلاس کے بعد صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے وزیر قانون نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل سے طلاق اور دیگر سفارشات کی تفصیل طلب کی ہے تا کہ آئین کے تحت ان کا جائزہ لیا جاسکے۔ انھوں نے کہا کہ مسلم پرسنل لا کے حوالہ سے غور کیا گیا اور اس میں طلاق، نان نفقہ اور بچے کی تحویل سے متعلقہ امور پر گفتگو ہوئی۔

آئین کی شق ۲۲۷ کے تحت لازم ہے کہ تمام قوانین کو اس دستوری شق کے تحت دیکھا جائے کیوں کہ قرآن وسنت سے متصادم کوئی قانون ملک میں نہیں بن سکتا۔ طلاق کے مؤثر ہونے کے موضوع پر خاصا تبادلہ خیال ہوا۔ اِجلاس میں اس سوال پر بھی غور ہوا کہ طلاق کے بعد کیا عورت کا شوہر کی جائیداد میں حق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ طلاق کے بعد بچوں کو نان نفقہ دینے کا معاملہ بھی زیر غور آیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر خالد مسعود نے اجلاس کو بتایا کہ آئندہ اجلاس میں قرآن وسنت کے تحت تجاویز پیش کریں گے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے فیصلوں کی پارلیمان پر پابندی کے حوالہ سے سوال پر وفاقی وزیر قانون نے کہا کہ آئین کے آرٹیکل ۲۳۰ کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کے کام کے حوالہ سے صراحت موجود ہے۔ آئین کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کے کم از کم ارکان کی تعداد ۸ اور زیادہ سے زیادہ ۲۰ ہے، اس وقت کونسل کے ارکان کی تعداد ۱۰ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کونسل کی تشکیل درست ہے۔ کونسل کا کام سفارشات مرتب کرنا اور یہ جائزہ لینا ہے کہ قوانین قرآن وسنت کے منافی تو نہیں۔ یہ سفارشات تجویز کی حد تک ہیں، رپورٹ پارلیمان میں پیش کی جاتی ہے جس پر پارلیمان کو ۲ سال کی مدت میں قانون سازی کرنا ہوتی ہے۔ ایک سوال پر انھوں نے کہا کہ عورت مرد سے علیحدگی (خلع) مانگ سکتی ہے۔ ایک خاتون کو ویسٹ پاکستان فیملی کورٹ ایکٹ ۱۹۵۴ء کے تحت فیملی عدالت میں درخواست دینا ہوتی ہے جس کے تحت عدالت اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدود کے اندر خاتون کے مرد کے ساتھ گزر اوقات نہ ہونے کی صورت میں اسے خلع رطلاق کی اجازت دیتی ہے۔

اسلام نے واضح طور پر عورت کو طلاق کا حق دے رکھا ہے جسے طلاقِ تفویض قرار دیا جاتا ہے، نکاح نامے کے اندر بھی یہ شق نمبر ۱۸ موجود ہوتی ہے جس کے تحت عورت کو مرد کی جانب سے طلاق کا حق دینے اور اس کی شرائط کا ذکر موجود ہے۔ اجلاس میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر خالد مسعود اور دیگر اعلیٰ حکام نے شرکت کی۔'' [۲۵ نومبر]



تقلید کی نئی دلیل

دارالعلوم دیوبند کے استاذ الحدیث کی دور کی کوڑی

محمد خبیب احمد (ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

تقلید ایک ایسا فکری ناسور ہے جس سے انسان غور وفکر سے عاری ہو کر اپنی من مانیاں کرتا ہے، شریعت اسلامیہ کو اپنے مزاج میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس مقصد کی آبیاری کے لیے اگر اسے قرآنِ مجید اور احادیث نبویہ کے مفہوم ومعنی اور مطالب میں بھی ردّ وبدل کرنا پڑے تو وہ اس سے بھی چوکتا نہیں۔ اکثر وبیشتر اپنے غلط نظریات کو تقویت پہنچانے کے لیے نصوص کی معنوی تاویل سے بھی باز نہیں آتا۔ کیوں کہ اس کا نصب العین اپنے نظریات کا تحفظ اور مسلک کی پاسداری ہوتی ہے۔

حال ہی میں (۶ر رجب المرجب ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۰ر جولائی ۲۰۰۸ء) جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی میں صحیح بخاری شریف کی تکمیل کے موقعے پر ایک سالانہ تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں صحیح بخاری کی آخری حدیث پر درس دینے کے لیے دارالعلوم دیوبند، انڈیا کے ناظم تعلیمات اور شیخ الحدیث مولانا سید ارشد مدنی صاحب کو مدعو کیا گیا۔ ان کے صحیح بخاری کے اس درس کو ادارۂ مذکورہ (جامعہ بنوریہ) کے ترجمان ماہنامہ ''بینات'' اکتوبر ۲۰۰۸ء میں جناب عباس نذیر صاحب کے ضبط وترتیب سے شائع کیا گیا۔

دورانِ درس میں جناب شیخ الحدیث مولانا ارشد صاحب ایک جدید اور انوکھا اصول متعارف کرواتے ہوئے طلباء کو فرماتے ہیں:

''اگر کسی مسئلے کے لیے دلیل کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ سے کسی ایسے شخص کے سامنے پیش کی گئی جو شخص اپنے زمانے میں اَعلم، اَتقی، اَزہد اور اَروع ہو۔ زہد، تقویٰ، علم اور اس کے ساتھ ساتھ فراست ایمانی کے اندر اپنے ہم عصروں سے ممتاز ہے۔ پھر اگر اس کا زمانہ، زمانۂ نبوت سے قریب ہے، مشہود لہا بالخیر جو ازمنہ ہیں، ان ازمنہ کے اندر اللہ نے اس کو وجود بخشا ہے اگر اس کے استنباط کردہ کسی مسئلے کے مقابلے میں کوئی نص ہے یا اس کے سامنے کسی نص کو پیش کیا جاتا ہے اور وہ معارضہ اس نص کا نص سے نہیں کرتا بلکہ اپنی رائے پیش کرتا ہے تو اس کی رائے بھی حجت ہے اگرچہ وہ معارضۃ النص بالنص نہیں کر رہا۔ یعنی دلیل کا جواب دلیل کی بجائے اپنی رائے سے دیتا ہے۔'' [ماہنامہ بینات، ص:۳۱، اکتوبر ۲۰۰۸ء]

گویا مولانا صاحب کے نزدیک جو انسان اَعلم واَتقی ہو اور اس کی دینی فراست بھی مسلم ہو، اپنے زمانے میں اس کا ایک خاص مقام ہو اگر وہ کوئی ایسا مسئلہ بیان کرتا ہے جس مسئلے کے مخالف کوئی صحیح دلیل موجود ہے اور وہ اس دلیل سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہیں کرتا تو محض اس کی رائے ہی ''حجت'' ہوگی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے مستنبط کردہ مسئلے کے خلاف کوئی دلیل پیش کی جاتی ہے یا اسے یاد دلائی جاتی ہے تو وہ اس دلیل کا معارضہ اپنے ہاں موجود دلیل سے نہیں کرتا بلکہ اس دلیل کے مقابلے میں محض اپنی کوئی رائے دیتا ہے تو ایسے انسان کی رائے بھی حجت ہے۔ گو کہ وہ دلیل کے جواب میں اپنی رائے پیش کر رہا ہے۔

مولانا ارشد صاحب کو اس اصول کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کے پس پردہ کیا حقائق ہیں؟ اس کی توضیح انھوں نے نہیں فرمائی ہم جس حقیقت تک پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ چوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پیدائش کے اعتبار سے مشہور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم میں مقدم ہونے کی وجہ سے

عہد نبوی کے قریب ہیں۔ شیخ الحدیث اس اصول کی روشنی میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کو حجت قرار دینے کی کوشش کررہے ہیں تا کہ ان کی تقلید کو شرعی حجت قرار دیا جاسکے۔

مولانا کی دلیل:

مولانا ارشد صاحب نے اس اصول کی دلیل یہ دی کہ ''وفاتِ نبوی کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مانعین زکوٰۃ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جنگ کا اعلان کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آڑے آئے اور فرمایا: آپ لوگوں (مانعین زکوٰۃ) سے کیسے جنگ کریں گے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا:

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لڑوں جب تک وہ شہادتین کا اقرار نہ کرلیں جب وہ اس کا اقرار کرلیں تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور اموال محفوظ کرلیے ہیں اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔''

جواباً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی نے ایک رسی بھی نہ دی جو وہ زکوٰۃ میں دیا کرتا تھا تو میں اس سے جنگ کروں گا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ مانعین زکوٰۃ سے جنگ کرنے کے لیے کھول دیا تو میں نے بھی جان لیا کہ حق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔''

[بینات، ص:۳۲ ملخصاً]

شیخ الحدیث کا اس سے استدلال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چوں کہ اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہیں اور ان کی علمی ثقاہت بھی مسلّم ہے۔ انھوں نے جب مانعین زکوٰۃ سے جنگ کا فیصلہ کیا تو حضرت عمر ان پر معترض ہوئے اور حدیث نبوی پیش کی۔ جسے سن کر حضرت ابوبکر نے کوئی دلیل نہیں دی بلکہ اپنی رائے بتلائی کہ میں ان سے جنگ کروں گا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے کو ہی حجت سمجھا جس بنا پر وہ خاموش ہوگئے۔ اس لیے کوئی بھی جو اپنے ہم عصروں سے ممتاز ہو اور اس کا زمانہ بھی عہد نبوی کے قریب ہو تو نص کے مقابلے میں اس کی رائے حجت ہوگی۔ اعتبار اسی کا ہوگا جو اس نے سمجھا ہے ظاہر نص کو نہیں لیا جائے گا۔

جواب:

دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات اور شیخ الحدیث صاحب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کو حجت قرار دینے کے لیے بڑی دور کی کوڑی لائے ہیں، اور امام صاحب کی تقلید میں ایسے سرگرداں ہوئے کہ معمولی تدبر بھی نہ کرسکے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر کیوں خاموش ہوگئے؟ ...... کیا اس لیے کہ یہ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی؟ یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیش نظر کوئی قرآنی آیت تھی؟ یا کوئی خاص صریح حدیث تھی جس کی روشنی میں انھوں نے فیصلہ صادر فرمایا؟ یا پھر انھوں نے زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا؟ یا انھوں نے اسی حدیث میں موجود ایک ٹکڑے ((إلا بحقه)) کے عموم سے استدلال کیا جسے دلیل مان کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہوئے؟ اگر یہ ان کی ذاتی رائے تھی اور ان کی رائے حجت تھی تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر اعتراض کیوں کیا؟

اس کے جواب میں علامہ شبیر احمد دیوبندی صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں:

" احتج الصديق على الفاروق بالنص الصريح، وبالعموم المستفاد من قوله صلى الله عليه وسلم ‹‹إلا بحقه››، وبالمقايسة بين الصلاة والزكوة، وبكونهما قرينتين فى كتاب الله ۔" [فتح الملهم شرح صحيح مسلم، ج:١، ص:١٩٣]

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف نص صریح، فرمان نبوی ‹‹إلا بحقه›› کے عموم اور زکوٰۃ و نماز کے ہم قیاس ہونے کو بطور دلیل پیش کیا۔ کیوں کہ نماز اور زکوٰۃ قرآنِ مجید میں (عمومی طور پر) اکٹھے بیان کیے گئے ہیں۔''

دوسرے مشہور حنفی عالم علامہ عینی رحمہ اللہ شرح صحیح بخاری میں رقم طراز ہیں:

" حيث انشرح صدره أيضاً بالدليل الذى أقامه

الصدیق نصاً و دلالة وقیاساً۔"

''کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انشراحِ صدر اسی وقت ہوا جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بطورِ دلیل نص، عموم اور قیاس کو پیش کیا۔'' [عمدۃ القاری، ج:۸، ص:۲۴۶]

منذری رحمہ اللہ [مختصر سنن ابی داؤد، ج:۲، ص:۱۶۵] اور کرمانی [شرح البخاری، ج:۷، ص:۱۷۳] وغیرہ نے بھی نص، عموم اور قیاس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دلیل قرار دیا ہے۔ علامہ رشید احمد گنگوہی نے ((إلا بحقه)) میں جو عموم بیان ہوا ہے اس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دلیل قرار دیا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:

" وذلك لأنهم كانوا مذكورين فيمن استثناء النبى صلى الله عليه وسلم بقوله ((إلا بحقه)) إلا أن عمر لم يفهمه وقد فهمه أبوبكر وكان أعلمهم ۔"

[لامع الدراری، ج:۵، ص:۱۵، ۱۶]

''خلاصہ یہ ہے کہ مانعین زکوٰۃ سے جنگ کا حکم ((إلا بحقه)) میں پنہاں ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو نہ سمجھ سکے جب کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے سمجھ لیا، کیوں کہ صحابہ میں وہ سب سے بڑھ کر عالم تھے۔''

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا فیض الباری [ج:۳، ص:۴] میں یہ رجحان معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دلیل ''زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کرنا'' قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:

" قوله: "من فرق بين الصلاة والزكوة" يدل صراحةً على أن ترك الصلاة كان من موجبات القتل عندهما بالاتفاق۔ فإن إكفار من أنكر ضروريات الدين من ضروريات الدين ۔"

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ ''جو نماز اور زکوٰۃ کے مابین فرق کرے گا'' (میں اس سے جنگ کروں گا) صراحتاً اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں (شیخین) کے ہاں تارک نماز واجب القتل ہے۔ کیوں کہ لوازمات دین کے منکر کو کافر قرار دینا (اور اس سے جنگ کرنا) لوازمات دین میں سے ہے۔''

دارالعلوم نعیمیہ کراچی کے شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی صاحب نے بھی قیاس اور عموم سے استدلال کو حضرت ابوبکر کی دلیل قرار دیا ہے۔ [شرح صحیح مسلم، ج:۱، ص:۳۸۳، ۳۸۴]

ان سب آرا کا خلاصہ یہ ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا استدلال نص سے تھا، یا قیاس سے تھا یا پھر عموم سے۔ اب ذرا غور کیجیے کہ فقہائے احناف کی اس تصریح کے باوجود مولانا ارشد صاحب کیسی دیدہ دلیری سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محض رائے کو حجت قرار دیتے ہیں اور اسی کی آڑ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کو بھی حجت قرار دینے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تقلید کا یہی المیہ اور تاریک پہلو ہے کہ اگر کوئی صحابی کسی مسئلے میں ایسی رائے دے دے جو شریعت کے مطابق نہ ہو تو اس کے بارے میں بڑی سادگی سے کہہ دیا جاتا ہے کہ عین ممکن ہے اس مسئلے کی کوئی دلیل اس صحابی تک نہ پہنچی ہو یا وہ نسیان کا شکار ہو گئے ہوں۔ بلاشبہ یہ معقول عذر ہے۔ لیکن اپنے امام کی رائے کے تحفظ کے لیے صحیح نصوص کی بڑی بے باکی سے تاویلیں کی جاتی ہیں مگر امام صاحب کی رائے کو غلط کہنے کی کوئی جسارت نہیں کرتا۔ بلکہ الٹا یہ اصول بنایا جاتا ہے کہ جس شخص کا رسوخ فی العلم مسلّم ہو، اور وہ ازہد، اتقی، اروع ہو اس کی رائے تو فرمانِ نبوی کے خلاف بھی حجت ہے۔ اس کے فہم کا تو اعتبار ہوگا حدیث نبوی کا نہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی تقلید نہیں کی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت سکوت اختیار کیا جب وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دلیل سے مطمئن ہو گئے۔ ان کی دلیل کے حوالے سے ہم علامہ عینی، علامہ شبیر عثمانی دیوبندی رحمہ اللہ کے اقوال کے علاوہ دیگر شارحین حدیث کی آرا بھی پیش کر چکے ہیں جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تقلید نہیں کی۔ بلکہ ان کی رائے کو ان کی دلیل کی بدولت ہی مستحکم سمجھا اور اسے قبول کیا۔ اس کی گواہی احناف کے وکیل علامہ عینی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری

کی شرح میں اس طرح دی ہے، فرماتے ہیں:

" فلا يقال له: إنه قلد أبا بكر، لأن المجتهد لا يجوز له أن يقلد المجتهد ـ"

[عمدة القاری، ج:۸، ص:۲۴۶]

''یہ نہیں کہا جائے گا کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی تقلید کی کیوں کہ مجتہد کا مجتہد کی تقلید کرنا جائز نہیں۔''

علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی رحمہ اللہ نے بھی اس کی صراحت فرمائی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات کو اسی وقت تسلیم کیا جب انھوں نے ان کی پیش کردہ دلیل کی صحت دیکھی، ان کی تقلید نہیں کی۔ [فتح الملھم، ج:۱، ص:۱۹۳]

ان کے علاوہ دیگر شارحین حدیث نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اسی وقت اعتماد کیا جب انھوں نے ان کی دلیل کو ملاحظہ کیا، ان کی تقلید نہیں کی۔ جن میں امام بیہقی [لامع الدراری، ج:۵، ص:۱۴، ۱۵ تعلیقات الکاندلوی]، نووی [شرح مسلم، ص:۱۰۱، طبع بیت الافکار]، ابن حجر [فتح الباری، ج:۱۲، ص:۲۷۹]، سیوطی [الدیباج، ج:۱، ص:۱۵۶]، الابی [اکمال اکمال المعلم، ج:۱، ص:۱۰۷]، کرمانی [شرح صحیح بخاری، ج:۷، ص:۱۷۳]، عبدالرحمٰن مبارک پوری [تحفۃ الاحوذی، ص:۱۹۹۴، حدیث: ۲۶۰۷، طبع بیت الافکار] وغیرہ شامل ہیں۔ گویا جناب ارشد صاحب کا مدعا کہ ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول ہی محض حجت ہے'' پورا نہ ہوسکا۔

امام ابوحنیفہ، ان کے تلامذہ اور احناف کا طرزِ عمل:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ بالخصوص اور اکابر احناف بالعموم اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ امام صاحب ازہد، اعلم، اتقی، اروع الناس فی عصرہ ہیں اور ان کی علمی ثقاہت بھی مسلم ہے۔ ان کا زمانہ بھی عہد نبوی کے قریب ہے۔ مگر اس کے باوجود انھوں نے امام صاحب کی رائے کو دلیل اور حجت نہیں سمجھا بلکہ انھوں نے بھی امام صاحب سے متعلقہ مسئلے کی دلیل طلب کی۔ جیسا کہ امام شیبانی نے بھی اپنے استاد کے بلا دلیل فیصلے کو تحکم اور سینہ زوری قرار دیا ہے۔

[المبسوط للسرخسی، ج:۱۲، ص:۲۸]

چناں چہ جو اصول شیخ الحدیث وضع کررہے ہیں اس سے وہ تلامذہ بھی بے خبر رہے جنھوں نے امام صاحب سے براہِ راست زانوئے تلمذ طے کیے اور وہ ائمہ بھی جنھوں نے مسلک احناف کے لیے قابل قدر کاوشیں کیں، اس اصول تک نہ پہنچ سکے جس کی عقدہ کشائی دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا ارشد کے مقدر میں آئی۔

فروعات اور جزئیات میں اختلاف تو اپنی جگہ موجود مگر اصولوں میں بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ان کے تلامذہ نے اختلاف کیا۔ علامہ غزالی کا تو یہاں تک کہنا ہے کہ قاضی ابویوسف رحمہ اللہ اور امام شیبانی نے امام صاحب سے دوتہائی مذہب میں اختلاف کیا ہے۔

[النافع الکبیر، ص:۹۹]

چلیے اس قدر اختلاف نہ سہی، کم از کم ایک تہائی میں تو ان دونوں تلامذہ کا امام صاحب سے اختلاف مسلم ہے۔ جس کی گواہی علامہ ابن عابدین حنفی رحمہ اللہ نے یوں دی ہے:

" فحصل المخالفة من الصاحبين فی نحو ثلث المذهب ـ" [حاشیه ابن عابدين، ج:۱، ص:۶۷]

''کہ صاحبین (قاضی ابویوسف، محمد رحمہما اللہ) نے امام ابوحنیفہؒ سے ایک تہائی مذہب میں اختلاف کیا ہے۔''

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''قاضی ابویوسف اور امام محمد نے بہت سے مسائل میں امام ابوحنیفہ کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔'' [سيرة النعمان، ص:۲۳۰]

اصول میں اختلاف کے حوالے سے علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ شیخ شہاب الدین حنفی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

" ولكل واحد منهم أصول مختصة تفردوابها عن أبی حنيفة وخالفوه فيها ـ" [النافع الكبير، ص:۹۹، ضمن مجموعة الرسائل الست]

''ان میں سے ہر ایک کے مخصوص اصول ہیں جن میں وہ امام صاحب سے منفرد ہیں اور انھوں نے ان میں امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے۔''

دوسری جگہ مولانا لکھنوی رحمہ اللہ اپنا تبصرہ یوں پیش فرماتے ہیں:

"فإن مخالفتهما في الأصول كثيرة غير قليلة ۔"

''ان دونوں (قاضی، شیبانی) نے امام صاحب سے اصولوں میں مخالفت کم نہیں کی، بلکہ بہت زیادہ کی ہے۔''

[حاشیہ الفوائد البہیۃ، ص:۱۶۳]

کتنے مسائل میں قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کی رائے کو ترجیح دی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کو مرجوح قرار دیا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد عصام بن یوسف بلخی رحمہ اللہ نے امام صاحب سے بہت زیادہ اختلاف کیا۔ دیکھئے: ایقاظ الہمم للفلانی، ص:۵۱، ۵۲، البحر الرائق، ج:۶، ص:۲۹۳۔ اکابر احناف کو کیوں ضرورت پیش آئی کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ عبادات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر اور مسئلہ وقف وقضا میں قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دے۔ [رسم المفتی، ص:۳۵۔ رد المختار، ج:۱، ص:۱۷۔ فتاویٰ قاضی خاں، ج:۱، ص:۳ مع عالمگیری] جب صاحبین (ابویوسف رحمہ اللہ اور محمد رحمہ اللہ) اور امام صاحب باہم مختلف ہوں تو مفتی جس قول پر چاہے فتویٰ دے دے۔ [ردّ المختار، ج:۱، ص:۰۷ وقاضی خان، ج:۱، ص:۳] سترہ مسائل میں امام زفر رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے۔ [ردّ المختار، ج:۱، ص:۱۷] مزید شروط دیکھنے کے لیے ملاحظہ ہو: مقالات الاستاذ الاثری، ج:۱، ص:۱۵۱۔

ان کے علاوہ متعدد مسائل میں احناف نے امام صاحب کی رائے کو ترک کرکے دوسروں کی رائے کو ترجیح دے کر ان پر فتاویٰ دیے۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو ان شاء اللہ باحوالہ یہ بھی بتلا دیا جائے گا کہ کن کن مسائل میں احناف نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کو ٹھکرایا۔ قطع نظر اس کے کہ امام صاحب کی رائے سنت کے مطابق تھی یا مخالف!

حضرت شیخ الحدیث صاحب کی گرم گفتاری کا اندازہ لگائیں، فرماتے ہیں:

''میں کہنا یہ چاہتا ہوں اب تو کوئی آدمی کھڑے ہو کر، دو پیسے کا آدمی، اس کے پاس احادیث کا کچھ ذخیرہ نہیں ہے۔ دس، بیس، پچیس، پچاس احادیث کو رٹ لیا، کھڑے ہو کر کہہ رہا ہے کہ فلانے کو کیا حق پہنچتا ہے کہنے کا۔ حضرت عمر کون ہوتے تھے بیس رکعات تراویح کو قائم کرنے والے؟ ابوحنیفہ کون ہوتے ہیں؟'' [بینات، ص:۳۳]

گویا شیخ الحدیث فرما رہے ہیں کہ جس نے چند احادیث رٹ لیں مگر اس کے پاس ذخیرہ حدیث سے کچھ نہیں وہ ''دو پیسے کا آدمی'' ہے۔ یعنی حفظ حدیث کی یہ تعداد بھی اسے ''دو پیسے کا آدمی'' کے زمرہ سے نہیں نکال سکتی۔ ہم تو صرف یہ عرض کریں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((بلغوا عني ولو آية))

[بخاري: ٣٤٦١ عن عبدالله بن عمرو]

''اگر ایک آیت (یا حدیث) کا علم بھی ہو تو اسے بھی دوسروں تک پہنچاؤ۔'' مگر مولانا ارشد صاحب نے حفظ حدیث کے حوالے سے جو تضحیک کی وہ بہرحال قابل مذمت ہے۔

مولانا ارشد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کے متعلق یہ اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں کہ انھوں نے بیس رکعات تراویح کیوں شروع کروائی؟ کیوں کہ وہ اعلم، ازہد، اتقی وغیرہ ہیں۔ لہٰذا ان کی رائے بھی صحیح احادیث نبویہ کے خلاف حجت ہے؟!

عرض ہے کہ پہلے سند صحیح سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر تو ثابت کریں ثبّت العرش ثم انقش ۔ جب کہ اس کے برعکس صحیح سند سے موطا امام مالک رحمہ اللہ [ج:۱، ص:۴۷۸، حدیث:۲۷۱ بروایات الثمانیۃ] میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر موجود ہے کہ انھوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت نمازِ تراویح پڑھائیں۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے صلاۃ التراویح [ص:۴۵، ۴۶]، شیخ سلیم بن عید ہلالی حفظہ اللہ نے موطا کی تخریج میں صحیح قرار دیا ہے۔ لطف یہ کہ مشہور ہندوستانی عالم علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی آثار السنن [ص:۲۰۳] میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

مقلدین احناف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیس رکعات نمازِ تراویح کے فیصلے کو تو ناقابل چیلنج قرار دیتے ہیں مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ان حکومتی فیصلوں کو کیوں فراموش کر جاتے ہیں جو مسلک احناف کے خلاف ہوتے ہیں۔ مثلاً مشہور تابعی حضرت اسلم رحمہ اللہ کا بیان ہے،

فرماتے ہیں:

"کتب عمر بن الخطاب أن وقت الظهر إذا كان الظل ذراعاً إلى أن يستوى أحدكم بظله۔"

[الأوسط لابن المنذر، ج:۲، ص:۳۲۸، ح: ۹۴۸ سنده صحيح]

''حضرت عمر بن خطابؓ نے لکھا کہ ظہر کا وقت ایک ذراع سایہ ہونے سے لے کر آدمی کے برابر سایہ ہونے تک ہے۔''

سوال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کے برعکس مقلدین حضرات دو مثل کے بعد اذانِ عصر کیوں دیتے ہیں؟ جب کہ اذانِ عصر کا وقت تو ایک مثل سایہ ہونے کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے۔ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد بن حسن شیبانی کا ''حق شاگردی'' دیکھئے کہ وہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مخالف جب کہ جمہور محدثین وفقہاء کے ہم نوا ہیں، جس کی وضاحت ابن المنذر نے الاوسط میں اور خود امام صاحب کے شاگرد امام شیبانی رحمہ اللہ نے کتاب الاصل [ج:۱، ص:۱۴۴] میں کی ہے۔

اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے سے اختلاف کرنا ہی اچھے بھلے آدمی کو ''دو پیسے کا آدمی'' بنا دیتا ہے تو اس کے حق داروں میں تنہا غیر مقلدین اہل حدیث ہی کیوں؟ مولانا ارشد صاحب کم از کم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مایہ ناز شاگرد، چہل کمیٹی کے عظیم رکن امام محمد بن حسن شیبانی کے بارے میں کیا فیصلہ صادر فرمائیں گے جنھوں نے اپنے استاد کی گستاخی کرتے ہوئے ان کے بلا دلیل فیصلے کو تحکم اور سینہ زوری قرار دیا۔ پھر مستزاد یہ کہ انھوں نے اپنے استاد کی تقلید کی بیخ کنی کی۔ چناں چہ علامہ سرخسی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"وقد استبعد محمدؒ قول أبى حنيفة فى الكتاب لهذا وسماه تحكماً على الناس من غير حجة۔ فقال: ما أخذ الناس بقول ابى حنيفة وأصحابه إلا بتركهم التحكم على الناس۔ فإذا كانوا هم الذين يتحكمون على الناس بغير أثر ولا قياس لم يقلدوا هذه الأشياء ولو جاز التقليد كان من مضى من قبل أبى حنيفة مثل الحسن البصريؒ وابراهيم النخعيؒ أحرى أن يقلدوا۔"

''امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو ''الکتاب'' میں بعید قرار دیا ہے اور عدم دلیل کی بنا پر اس کا نام تحکم (لوگوں پر زبردستی ٹھونسنا) اور سینہ زوری رکھا ہے۔ کہا: کہ لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں کے فیصلے کو اسی وجہ سے قبول کرتے ہیں کہ وہ اپنے فیصلے کو لوگوں پر ٹھونستے ہیں۔ اگر وہ کسی اثر یا قیاس کے بغیر لوگوں پر تحکم کریں گے تو وہ ان چیزوں میں ان کی تقلید نہیں کریں گے اور اگر تقلید جائز ہوتی تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے جو پہلے گزرے ہیں، مثلاً امام حسن بصری رحمہ اللہ اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ زیادہ حق دار ہیں کہ ان کی تقلید کی جائے۔''

[المبسوط للسرخسی، ج:۱۲، ص:۲۸]

گویا امام شیبانی رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ کسی دلیل کے بغیر کوئی فیصلہ قبول نہیں کیا گیا۔ حتی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بغیر دلیل کے فیصلہ دے کر تحکم اور سینہ زوری کا مظاہرہ کیا ہے جسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیوں کہ بن دلیل کے فیصلے کو قبول کرنا ہی تقلید ہے۔ اگر یہ جائز ہوتی تو امام حسن بصری اور امام ابراہیم نخعی علیہما الرحمہ اس کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔ چوں کہ ان کی بھی تقلید نہیں کی جاتی اس لیے امام ابوحنیفہ بھی اس کے حق دار نہیں ہیں۔ تعجب ہے کہ مولانا ارشد صاحب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کو حجت قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں اور امام شیبانی ہیں کہ اسے تسلیم ہی نہیں کر رہے بلکہ الٹا تقاضا دلیل کا فرما رہے ہیں۔ کیا ہم جناب مولانا ارشد صاحب سے پوچھنے کی جسارت کر سکتے ہیں کہ امام شیبانی رحمہ اللہ نے امام صاحب کی بے ادبی کی ہے یا انھیں حجت باور کرایا ہے؟ ان کے اس سوئے ادب کی بنا پر کیا آپ انھیں بھی ''دو پیسے کا آدمی'' کا تمغہ عطا فرمانے کے لیے تیار ہیں؟ امید واثق کی جاتی ہے کہ آپ کے ہاتھ سے عدل وانصاف کا دامن نہیں چھوٹے گا۔



’’ابلاغ عامہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں‘‘...... [ملاحظات]

محمد سعید عابد

اس عنوان کے تحت محترم ومکرم ڈاکٹر احسان الحق حفظہ اللہ کا مضمون ماہنامہ ترجمان القرآن کے شمارہ بابت ماہ مارچ ۲۰۰۸ء میں نظر سے گزرا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کے دروسِ قرآن سے مستفید ہونے کا موقع ملتا رہا ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے خطبہ حج کا جستہ جستہ، برجستہ ترجمہ بھی سامعہ نواز ہوتا رہتا ہے۔ موصوف بلاشبہ ایک دلنواز مربی، ہر دلعزیز استاد، کامیاب مترجم اور نکتہ سنج مدرسِ قرآن ہیں۔ چناں چہ مضمونِ مذکور اسی پس منظر میں بڑے اشتیاق سے پڑھنا شروع کیا۔ مگر جلد ہی الجھ کر رہ گیا۔

وہ بات کررہے ہیں ابلاغ عامہ ***Mass Cummunication*** کی جس کے لیے پہلے جرنلزم (صحافت) کی اصطلاح مستعمل رہی ہے اور بتاتے ہیں کہ نزولِ قرآن کے وقت یہی کام شاعری، خطبات، اسواق (تجارتی اور ثقافتی میلوں)، ندوات (سماجی اور معاشرتی مجالس) اور سمرات (رتجگوں اور قصہ خوانی کی محافل) سے لیا جاتا تھا۔ گویا یہ اس دور کی صحافت اور ذرائع ابلاغ تھے۔ پھر آج کے ذرائع ابلاغ اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن، سی ڈیز، ڈی وی ڈیز، فلم اور انٹرنیٹ وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد ذیلی عنوانات قائم کر کے قرآنِ حکیم کی آیات مع ترجمہ درج کرتے ہیں۔ گویا وہ عنوان کی وضاحت بھی ہیں اور دلیل بھی، درآنحالیکہ محولہ آیات کا مضمون ومنشا تبلیغ رسالت ہے نہ کہ ابلاغ صحافت۔

ہر چند انھوں نے وضاحت کی ہے کہ ’’حوالہ دی گئی آیات شانِ نزول کے اعتبار سے مختلف پس منظر رکھتی ہیں مگر قرآنِ حکیم کا ایک حوالہ آفاقی ہدایت ہے جو اشارتاً زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔‘‘ تاہم یہ وضاحت ان آیات کو بسلسلہ صحافت بطور استشہاد لانے کا جواز فراہم کرنے سے قاصر رہی ہے۔

میری الجھن یہ ہے کہ کیا محض لفظ ’’ابلاغ‘‘ کے اشتراک کی بنا پر صحافت پر رسالت کے احکام کا اطلاق کیا جاسکتا ہے؟ جب کہ دورِ حاضر کی ***Mass Communication*** یا ***Information Technology*** کا تعلق روزمرہ کے لحہ بہ لحہ رونما ہونے والے واقعات وحوادث سے ہے اور رسالتی ابلاغ کا تعلق اُن ازلی وابدی حقائق سے ہوتا ہے جو عالم غیب سے متعلق ہیں اور ان پر اطلاع کا واحد ذریعہ نبوت ورسالت اور وحی والہام ہے۔ تبلیغ رسالت ایک مہتم بالشان فریضہ ہے اور بنی نوع انسان پر اتمامِ حجت کی حیثیت رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے بدرجۂ احسن واکمل ادا کردیا ہے اور امت میں تبلیغ دین وشریعت بطور فرضِ کفایہ جاری ہے اور تاقیامت جاری رہے گی۔ پھر ایک جوہری فرق مقصد ومنشا میں بھی ہے اُدھر مقصود انسانیت کی فلاح وتعمیر ہے اور اِدھر محض تفریح وتشہیر، اُدھر مطلوب احوالِ اخروی کا اِفہام ہے اور ادھر احوالِ دنیوی کا اعلام۔ حقائق غیبیہ پر کامل جزم ویقین کے ساتھ ایمان لانے کی دعوت دینا ایک عالی مرتبت فریضہ ہے۔ ایمان لانے پر انعاماتِ الٰہی کی بشارت اور انکار پر عذابِ الٰہی سے اِنذار اس کے لوازم میں سے ہے۔ جب کہ دنیا میں رونما ہونے والے واقعات وحوادث سے متعلق معلومات کی فراہمی، میسر وسائل کے ذریعے ان کی تصدیق وتحقیق اور متعلقہ گوشوں، اداروں اور شعبوں یا افراد تک ان کا ابلاغ اس سے بالکل الگ ایک دوسری چیز ہے۔

مروّجہ ***Mass Communication*** اور ***Information Technology*** کے اصول وضوابط یقیناً قرآنِ حکیم کی عمومی اخلاقی اور معاشرتی تعلیمات سے اخذ کیے جاسکتے ہیں اور کیے جانے چاہئیں۔ لیکن وہ آیات جو نبوت ورسالت اور اخبارِ غیب کے ابلاغ کے لیے

خاص ہیں ان پر جدید آئی۔ ٹی کی مروّجہ اصطلاحات کی تطبیق نہ صرف بے جا تکلف ہے بلکہ مفاہیم ومعانی آیات کی رفعت اور تقدس کو بھی متاثر کرنے کے مترادف ہے۔ مثال کے طور پر ''جرأت اور بے خوفی'' کے ذیلی عنوان کے تحت چوتھا اصول بیان کیا گیا ہے اور دلیل کے طور پر سورۂ احزاب کی آیت ۳۹ ﴿ ... وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰه ﴾ درج کی گئی ہے۔ اب محترم ڈاکٹر صاحب کو یہ یاد دلانا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے کہ یہاں خشیت الٰہی سے وہی خشیت مراد ہے جس کا ذکر ایک آیت قبل آیت ۳۷ ﴿ ... وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشٰهُ ﴾ میں گزر چکا ہے۔ اس کو صحافیانہ جرأت اور بے خوفی سے جوڑنا آیت کے معانی الٹ دینے کے مترادف ہے۔ اعاذنا اللہ

دیگر آیات کی تطبیق کی حالت اس سے کچھ مختلف نہیں۔ ایک جگہ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ خود وحی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ''خبر'' کہا ہے اور دلیل میں یہ آیت تحریر فرمائی:

﴿ إني انست نارا ساتيكم منها بخبر او اتيكم بشهاب قبس لعلكم تصطلون ﴾ [النمل: ۷]

قطع نظر اس سے کہ وحی کو قرآن میں خبر کہا گیا ہے یا نہیں۔ مذکورہ آیت میں اس لفظ کو وحی کے معنوں میں بالکل نہیں لیا جاسکتا۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

''مجھے ایک آگ سی نظر آئی ہے۔ میں ابھی وہاں سے کوئی خبر ☆ لے کر آتا ہوں یا کوئی انگارا چن لاتا ہوں تاکہ تم لوگ گرم ہوسکو۔''

مولانا فتح محمد جالندھری کے ترجمہ نے بات زیادہ واضح کردی ہے۔ لکھتے ہیں:

''میں نے آگ دیکھی ہے میں وہاں سے (رستے کا) پتا لاتا ہوں، یا سلگتا ہوا انگارا تمہارے پاس لاتا ہوں تاکہ تم لوگ تاپو۔''

ظاہر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو (اس وقت نبی نہیں تھے) رستے کی تلاش تھی نہ کہ وحی کی۔

یہاں ایک اور ترجمہ بھی نظر ثانی کا متقاضی ہے سورۂ حج کی آیت ۲۴ ﴿ وهدوا إلى صراط الحميد ﴾ کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔ جنھیں پسندیدہ راستے کی طرف رہنمائی دی گئی ہے گویا ''صراط الحمید'' کو مرکب توصیفی بنا دیا گیا۔ جب کہ اس کا مرکب اضافی ہونا ظاہر ہے۔ مولانا جالندھری رحمہ اللہ اس حصے کا ترجمہ یوں کرتے ہیں (......خدائے حمید کی راہ بتائی گئی)۔ مولانا مودودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''......اور انھیں خدائے ستودہ صفات کا رستہ دکھایا گیا۔''

''خبر کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا'' کے ضمن میں سورۂ بقرۃ کی آیت ۵۹ ﴿ فبدل الذين ظلموا ... ﴾ سے استشہاد کو بھی ''تطبیق مالا یطبق'' کا نام ہی دیا جاسکتا ہے۔ اس آیت میں تو یہود کی طبع شرارت پسند اور احکام الٰہی کے ساتھ ان کے تمسخر کی مذمت اور اس کی سزا بیان کی گئی ہے۔ خبر کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا یقیناً ایک فعل شنیع ہے اور اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ مگر اس آیت سے یہ ممانعت کشید کرنا کسی طور قبول نہیں کیا جاسکتا۔

ایک اصول یہ بیان کیا گیا ہے کہ ''اچھی خبر سے آگاہ کردینا کافی نہیں بلکہ اسے بار بار نشر کرنا اور دلوں کی گہرائی میں اتارنا ضروری ہے'' اور تائید میں یہ آیت دی گئی ہے:

﴿ بلغ ما أنزل إليك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته ﴾

ڈاکٹر صاحب سے یقیناً مخفی نہیں کہ اس آیت میں ''ما'' نکرہ ہے اور عموم پر دلالت کرتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی جائے اسے لوگوں تک کماحقہ پہنچا دیجیے۔ اس دلالت عمومی کو ''اچھی خبر'' کے ساتھ خاص کر لینے کی کیا دلیل ہے؟ پھر وحی میں کفار ومشرکین کے لیے دائمی عذاب کی خبریں بھی ہیں جنھیں ''اچھی خبر'' تو بہرحال نہیں کہا جاسکتا۔ اور آیت کا آخری حصہ جو تاکید بلکہ سخت تاکید پر مشتمل ہے اس سے ''بار بار نشر کرنا'' کے معنی لینا بھی محل نظر ہے۔

إن أريد إلا الإصلاح، وما توفيقي إلا بالله وهو ولي التوفيق .



☆......مولانا نے حاشیے میں خبر کی وضاحت رستے اور مقام سے متعلق معلومات سے کی ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے؟

ایک سوال کے جواب پر استفسار واستدراک

عبداللہ سرور

ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے شمارہ نمبر ۴۸ جلد نمبر ۶۰ میں عقیدہ وایمانیات کے تحت پروفیسر ابوحمزہ سعید مجتبیٰ السعیدی نے ''عقیدۂ توحید اور اس کے بعض متعلقات'' کے عنوان سے چند سوال جواب ترتیب دے کر تحریر فرمائے ہیں۔ یہ سوال جواب عربی فتاویٰ سے ماخوذ ہیں۔

پہلے سوال کی ابتداء اس طرح کی گئی ہے۔ ''کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے؟''

سوال: ریڈیو کی نشریات میں ایک بچے نے اپنے والد سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں دریافت کیا تو والد نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ اس جواب کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ جواب بالکل غلط ہے۔ جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کا عقیدہ اور قول ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام مخلوقات سے اوپر عرش پر مستوی ہے البتہ اس کا علم ہر جگہ ہے۔ قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور اسلاف امت کے اجماع کے مطابق یہی درست عقیدہ ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ [الاعراف: ۵۴]

''بے شک تمہارا ربّ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔''

اہل سنت کے نزدیک استوا کے معنی بلند ہونے کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے جلال کو جو انداز لائق ہے وہ اس انداز سے عرش پر بلند ہوا۔ اس کی کیفیت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جیسا کہ امام مالکؒ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا تھا:

" الاستواء معلوم والكيف مجهول والسؤال عنه بدعة ۔"

میرے محترم دوست! اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ ربّ العزت کی ذات تمام مخلوقات سے اوپر عرش پر مستوی ہے۔ البتہ اس کا علم ہر جگہ ہے۔ حالاں کہ اللہ ربّ العزت نے قرآنِ کریم میں بے شمار مقامات پر اپنے بندوں کو اپنی معیت کے اشارے بھی دیے ہیں۔ بلکہ ایک جگہ پر تو مومنین اور رسولِ اکرم ﷺ کو ان الفاظ میں مخاطب فرمایا ہے:

﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۚ وَ لِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾ [الانفال: ۱۷]

''تم نے انھیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں قتل کیا ہے۔ اور نہ آپ (ﷺ) نے (مٹھی بھر مٹی) پھینکی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو مومنین کو بہت بہتر انداز میں آزمایا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب علم والا ہے۔''

اسی طرح قرآنِ کریم کی مندرجہ ذیل آیات سے اللہ تعالیٰ کی معیت واضح ہوتی ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا

خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَ لَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [المجادلة: ۷]

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان میں موجود ہر چیز کو جانتا ہے۔ کوئی تین آدمی سرگوشیاں نہیں کرتے مگر وہ (اللہ تعالیٰ) ان میں چوتھا ہوتا ہے۔ اور نہ (سرگوشی کرنے والے) پانچ ہوتے ہیں مگر چھٹا ان میں وہ (اللہ تعالیٰ) ہوتا ہے۔ اور نہ اس سے کم یا زیادہ ہوتے ہیں اور وہ جہاں کہیں بھی ہوں وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر وہ قیامت کے دن ان کے اعمال کے بارے میں انھیں بتائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔''

بعض اہلِ علم اس معیت (موجودگی) کو تسلیم کرنے سے اس لیے ہچکچاتے ہیں کہ اس طرح سے اللہ تعالیٰ کے ایک سے زائد ہونے کا تصور ابھرتا ہے۔ حالاں کہ یہ خام خیالی ہے۔

اللہ ربّ العزت نے اپنی بعض صفات کی جھلک اپنی مخلوقات کے ذریعے بھی دکھائی ہے۔ جیسے آپ چاند، سورج کو دیکھیں جب تک وہ ظاہر رہتے ہیں ہر انسان ان کو اپنے ساتھ ساتھ تصور کرتا ہے۔ حالاں کہ وہ انسانوں سے بہت دور آسمان پر طلوع ہوتے ہیں۔

اللہ ربّ العزت کی پیدا کردہ مخلوق میں معیت کی ایک ادنیٰ سی جھلک محسوس ہوتی ہے۔ تو پھر ان کے خالق و مالک کے بارے میں ایسا عقیدہ نہ رکھنا کیا صحیح عقیدہ ہوسکتا ہے؟ جس کی مثال ہی موجود نہیں۔ بلکہ اس بارے میں بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی باقی صفات کی طرح اس کی معیت کے بارے میں وہی عقیدہ رکھا جائے جو قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ اللہ ربّ العزت عرش پر مستوی ہے اور مخلوق کے ساتھ اس کی معیت ویسی ہی ہے جیسی اس کو لائق ہے۔

امید ہے اہلِ علم اس بارے میں مزید تفصیل سے خامہ فرسائی فرمائیں گے تا کہ اصلاح ہوسکے۔ واللہ اعلم بالصواب

صلائے عام ہے یاراں نکتہ داں کے لیے

صلائے عام ہے یاراں نکتہ داں کے لیے

توحید باری تعالیٰ کے بارے میں تقریری وتحریری مقابلہ

عقیدہ توحید اعتقادی اور صرف آخرت کا مسئلہ نہیں بلکہ اس کے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں توحید نظام کائنات کی بقا کی ضامن اور شرک کائنات کے بگاڑ کا سبب ہے توحید ہی دین کی ابتدا اور انتہا ہے باقی ارکان اس کے تقاضے ہیں۔ اس لیے تمام انبیاء اپنی دعوت کی ابتداء عقیدہ توحید سے کیا کرتے تھے۔ یہ جزوقتی دعوت نہیں بلکہ ہمہ وقت اور ہمہ گیر تحریک ہے۔ یہی پاکستان کی بنیاد ہے۔ [illegible]

آپ سے استدعا ہے کہ آپ اپنی اپنی جماعتوں میں رہ کر اخلاقی تبلیغی تعاون فرمائیں۔ توحید کا شعور اور شرک کے خلاف رائے عامہ بیدار کرنے کے لیے تقریری مقابلہ جات کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ ایمان کی پختگی اور توحید کی معرفت حاصل کرنے کے لیے عظیم الشان مذاکرہ میں شرکت فرمائیں۔

زیر صدارت [illegible] خطیب مسجد [illegible]

مقام: جامع مسجد شاہ اسماعیل شہید سیکٹر I-9/4 اسلام آباد نزد پنڈوراچونگی بتاریخ: 11 جنوری بروز اتوار 10 بجے دن

جج صاحبان مولانا ڈاکٹر سید طالب الرحمٰن۔ پروفیسر مولانا عبدالرحمٰن عتیق۔ [illegible] ڈاکٹر فضل الٰہی۔ [illegible]

[illegible] ① اللہ تعالیٰ کی صفت الٰہ کی جامعیت اور اس کے تقاضے۔ (قرآن مجید میں لفظ الٰہ اللہ تعالیٰ کی کس کس صفت کے لیے استعمال ہوا ہے۔) ② توحید کے انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اثرات۔ (احادیث اور تاریخ کے حوالہ جات سے) ③ توحید کی اہمیت وفرضیت۔ (ہندو، سکھ، عیسائیت اور بدھ مت کی نظر میں) ④ شرک کے اخلاقی، معاشرتی اور معاشی نقصانات۔ (قرآن مجید، احادیث اور تاریخ کے مستند حوالوں سے) ⑤ دورِ نبوت میں اہل مکہ، یہودی اور عیسائی شرک کی کون کون سی اقسام میں مبتلا تھے۔ [illegible]

[illegible] ① صوبہ سرحد، آزاد کشمیر، راولپنڈی ڈویژن اور اسلام آباد کے مدارس اور کالجز۔ ② شریک ہونے والے طلبہ ادارہ کے ناظم کی تصدیق ضرور لائیں۔

③ شرکت کرنے والے حضرات ایک ہفتہ پہلے تحریراً مطلع فرمائیں۔ یاد رہے تمام مسالک کے طلبہ شرکت کرسکتے ہیں۔ البتہ شرائط کا خیال نہ رکھنے والے سے معذرت ہوگی۔

[illegible] اس میں علاقہ کی کوئی قید نہ ہے۔ مندرجہ بالا مقالہ جات میں سے کسی عنوان پر مقالہ فل سائز کاغذ ۳۰ صفحات پر کمپوز شدہ مکمل حوالہ جات کیساتھ ۲۵ جنوری تک ہیڈ آفس پہنچنا چاہیے۔ انعامات تقریری مقابلہ کے مطابق ہونگے۔

[illegible] گوجرانوالہ: مارچ۔ لاہور: اپریل۔ ملتان: مئی۔ بلتستان: جون۔ فیصل آباد: جولائی۔ کراچی: اگست۔ تفصیلات پروگرام کے مطابق دی جائیں گی۔

[illegible] اوّل انعام: 1500، دوم: 1200، سوم: 900۔

(الداعی۔ میاں محمد جمیل، کنوینر تحریک دعوت توحید پاکستان)

رابطہ (مولانا) کاشف منظور ایم۔اے 0333-4641685 [illegible] لاہور 0333-4566379,42-5417233

۲۴

19 تا 25 دسمبر 2008ء......(1768)......20 ذی الحجہ 1429ھ

عہد ساز شخصیت

حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ

حاصل مطالعہ

محمد یاسین ظفر (مدیر جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)

چند ماہ قبل دارالکتب السّلفیہ سے محترم حافظ حماد شاکر صاحب جامعہ تشریف لائے۔ انھوں نے ازراہِ عنایت مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی کتاب ''تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصوری پوری رحمہ اللہ'' اپنے دستخط کے ساتھ بطور ہدیہ پیش کی جسے بالاستیعاب پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ کتاب میں جہاں قاضی صاحب کی زندگی کے واقعات باعث کشش تھے وہاں مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کے اسلوبِ نگارش نے بھی دلچسپی پیدا کردی۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب دینی، علمی، ادبی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ وہ بلاشبہ عصر حاضر کے ممتاز مؤرخ اور مایہ ناز سوانح نگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بے پناہ خوبیوں سے نوازا ہے۔

حضرت قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی کو جس طرح انھوں نے مرتب کیا اور جس جاں فشانی سے تمام واقعات کو یکجا کیا ہے لائق تحسین ہے۔ قاضی صاحب کے خاندان، ان کی پرورش، تعلیم و تربیت اور زندگی کے مختلف مراحل، ان کے حسن اخلاق و مروّت، سرکاری ملازمت، بحثیت جج و قانون دان، ہمعصر علماء اور دانشوروں سے تعلقات، علمی کارنامے، زہد و تقویٰ، پاکیزگی اور طہارت، مختلف سفروں کی روداد خصوصاً سفر حج، غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور لطف و کرم، اور ان کے مختلف اور نایاب خطبات کا بہت دل نشیں انداز میں ذکر کیا ہے، جسے مختلف کتب اور راویوں سے سن کر ترتیب دیا گیا ہے۔

کتاب کے مطالعے سے قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوریؒ کی شخصیت کا ایسا تصور ذہن میں آتا ہے جس کے مطابق وہ انتہائی وجیہ، باوقار، بارعب، مہذب، سلیقہ شعار اور لاتعداد اوصافِ حمیدہ کے مالک ہیں، جن کا علمی قد ہمالیہ سے بھی بلند نظر آتا ہے، جن کا زہد وتقویٰ اور دل کی پاکیزگی، شفاف چشمے سے ابلتے پانی کی مانند دکھائی دیتا ہے۔ ایسی مسحور کن اور دلنواز ہستی کہ جن کی صحبت اور رفاقت میں رہنے والے بھی خوش نصیب اور خوش بخت ...... اسلامی تہذیب کا چلتا پھرتا نمونہ۔ کیا عظمت اور شان ہے کہ جن کے لیے امام مسجد نبوی خدمت بجا لا رہے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے اُن کے جوتے سیدھے کر رہے ہیں جب کہ قاضی صاحب نے ان کے ہاتھوں کو پکڑا اور فرمایا یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ جواب میں امام صاحب نے جو فرمایا وہ بھٹی صاحب کی زبانی سنیے، لکھتے ہیں:

''آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ میں ایسا کس کے حکم سے کر رہا ہوں۔'' فرمایا: ''رات خوش بختی سے مجھے سرورِ کائنات فخر موجودات ﷺ کی خواب میں زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور مجھے عالم رؤیا میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''دیکھو محمد سلیمان میرا اپنا مہمان ہے اس کی ہر طرح عزت کرنا۔'' **اللہ، اللہ**

قاضی صاحب رحمہ اللہ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انتہا درجے کی

محبت تھی، جس کا بین ثبوت اُن کی کتاب ''رحمۃ للعالمین'' ہے۔اس کی دوامی شہرت اور علمی وعوامی حلقوں میں پذیرائی ان کی للّٰہیت، خلوص اور فنافی الرسول کی واضح دلیل ہے۔

قاضی صاحب کی سوانح حیات پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ زندگی کے ایک ایک لمحے کو کس طرح علمی، دینی، دعوتی، اصلاحی، قانونی، رفاہی کاموں میں صرف کرتے تھے، صبح سے شام اور شام سے صبح کیسے مرتب اور منظّم پروگرام ہوتے، جن میں باقاعدگی اور دوام ہوتا، اور اس محنت کا فیض عام ہوتا۔ سچی اور دل لگتی بات یہ ہے کہ آج ہم وقت کی بہت بے قدری کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماہ وسال گزر جاتے ہیں اور ہم ایک حلقہ درس بھی قائم نہیں کر پاتے، غیر مسلم تو کجا اپنے متاثر نہیں ہوتے، کتاب یا مقالہ تو دور کی بات کسی خط کا جواب تک نہیں دے سکتے۔ مگر قاضی صاحب نے جیتے جی ایک لمحہ ضائع نہیں کیا۔ انھیں تقابل ادیان پر عبور حاصل تھا۔ دیگر ادیان ومذاہب کی کتب کا نہ صرف مطالعہ کرتے بلکہ ان کی کتب باقاعدہ کسی ماہر سے پڑھتے۔ بھٹی صاحب لکھتے ہیں کہ ''ایک سکھ گیانی جی قاضی صاحب کو اپنی کتاب گرنتھ پڑھاتے ہیں، قاضی صاحب گرنتھ پڑھتے ہیں اور ساتھ ساتھ ان مقامات کا جہاں توحید کا ذکر کیا گیا قرآنِ مجید سے تقابل کرتے جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گرنتھ ختم ہوتے ہی گیانی جی آپ کے طرزِ تخاطب سے متاثر ہوکر مسلمان ہوجاتے ہیں۔''

یوں تو قاضی صاحب بے شمار خوبیوں کے مالک تھے جن کا تفصیلی ذکر بھٹی صاحب نے فرمایا ہے، لیکن ان میں سے بعض ایسی ہیں جن سے انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً قاضی صاحب نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اور تعلیم وتربیت کے مراحل سے گزرے وہ مختلف مذاہب میں مقابلے کا دور تھا۔ ہندوستان میں لاتعداد مذاہب کے لوگ آباد تھے جو اپنی تہذیبی اور ثقافتی شناخت رکھتے تھے۔ اور اپنے عقائد اور رسومات کو مبنی برحق سمجھتے تھے۔ ایسا ماحول علمی برتری کا متقاضی ہوتا ہے، تنافس کی فضا کو جنم دیتا ہے۔ اس کے لیے قاضی صاحب کی شخصیت انتہائی موزوں تھی جنھوں نے اسلام کی ترجمانی اور نمائندگی کا حق ادا کر دیا اور دین اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے جو اسلوب اختیار کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔ مختلف مذاہب اور ان کی ثقافت کے بارے میں قاضی صاحب ایک خزینہ تھے۔

مختلف ادیان کی جان پہچان اور پرکھ کرنے کے لیے انھیں بے پناہ محنت کرنا پڑی۔ اپنی بے شمار مصروفیات کے باوجود اس میدان میں بھی کمال حاصل کیا اور کسی مقام پر مسلمانوں کو شرمندہ نہ ہونے دیا، اور وجادلھم بالتی ھی احسن کی نہایت خوب صورت عملی شکل پیش کی۔ معترض کی بات کا ہمیشہ باحوالہ جواب دیا۔ وہ عیسائی ہو یا ہندو، پارسی ہو یا آریہ سماج ان کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ ایسا ماحول جہاں مسابقت ہو انسان میں تحصیل علم کا جذبہ ابھرتا ہے اور وہ اپنی تہذیب وثقافت کی حفاظت کے لیے ہمہ وقت چوکنا رہتا ہے۔ مسلسل اس جدوجہد میں رہتا ہے کہ کوئی اسے گھائل نہ کر جائے۔ آج ہماری کج فہمی، تنگ نظری، محدود سوچ کی واحد وجہ شاید یہی ہے کہ ہم ایک ایسے ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں جہاں مقابلہ اور مسابقت نہیں، یکسانیت کا شکار ہیں اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم سے بڑھ کر کوئی دانشور اور عالم نہیں، اور ہماری قلم یا زبان سے نکلی بات حرف آخر ہے۔ زیادہ سے زیادہ واسطہ مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر سے ہوتا ہے اور پوری بحث فضول اور لایعنی موضوعات پر ہوتی ہے جس کا حاصل کچھ نہیں۔ ایسے میں کون علمی مباحث کے لیے پڑھے؟ چند معروف مسائل میں بھی عامیانہ بحث کر کے فخر محسوس کرتے ہیں۔

عیسائیت کے بارے میں قاضی صاحب مرحوم کے مطالعے کی گہرائی اور وسعت کا اندازہ اس خط سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو انھوں نے کسی پادری کے سوالوں کے جواب میں لکھا۔ خط کیا ہے ایک مدلل رسالہ ہے جس میں ان تمام اعتراضات کے شافی جوابات دیے ہیں۔ یہ خط ہر عالم کے زیر مطالعہ رہنا چاہیے۔ قاضی صاحب نے اس کے آخر میں لکھا ''اللہ تعالیٰ آپ کی تحقیق وتدقیق کا نیک پھل آپ کو عطا فرمائے گا'' بھٹی صاحب لکھتے ہیں کہ ''اس خط سے متاثر ہوکر پادری نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اسلام کو قاضی صاحب کی

مغفرت کا باعث بنائے، آمین۔''

قاضی صاحب مرحوم گفتار ہی کے شہسوار نہیں تھے بلکہ کردار کے غازی بھی تھے۔ آپ کا طرزِ عمل ہی ایسا تھا کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا کوئی بھی شخص متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ غازی محمود دھرم پال کا دوبارہ قبولِ اسلام کرنا قاضی صاحب رحمہ اللہ کی کرامات میں سے ایک ہے۔ وہ جہاں اُن کی وسعت نظری اور علمی وجاہت سے متاثر ہوئے وہاں اُن کی علمی زندگی کا بھی اعتراف کرتے ہیں۔ غازی محمود دھرم پال رقم طراز ہیں: ''ان کا طرزِ عمل کیا تھا؟ رات کو میں ان کے پاس ہی ہوتا تھا۔ شروع میں دو تین گھنٹے تو میری گہری نیند کے ہوتے تھے۔ اس کے بعد جب میری آنکھ کھلتی تو میں قاضی صاحب کو مصلے پر دیکھتا تھا۔ میں اس بات کا قائل ہوں کہ ہر انسان کے اندر سے ریڈی ایشن ہوتا رہتا ہے جو اس کے اندرونی، روحانی حالات کو ظاہر کرتا ہے۔ گلاب یا چنبیلی کا پھول اڑ کر ہماری ناک پر نہیں آتا مگر اس میں جو ریڈی ایشن ہوتا ہے وہ ہم تک پہنچ جاتا ہے۔ جب ہم روحانیت میں پڑے ہوئے کسی بزرگ کے پاس جا کر بیٹھتے ہیں تو گو وہ خاموش ہوتا ہے۔ مگر اس کا ماحول اتنا پاکیزہ ہوتا ہے کہ اس کا خوامخواہ اثر پڑتا ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ جب قاضی صاحب مصلّے پر ہوتے ہیں تو میں ان کے گرد ریڈی ایشن یا نور کا ہالا دیکھتا ہوں۔ یہ ہالا ان کی تحریر و تقریر سے بڑھ کر مجھ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس وقت مجھ پر ایک قسم کی وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔''

یہ تحریر میں نے نہ جانے کتنی مرتبہ پڑھی اور اس پر غور کیا۔ اس کا ایک ایک جملہ نہ صرف درست ہے بلکہ حقیقت کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔ بزرگوں کی صحبت کا اپنا ہی ایک اثر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے اور وقت نکال کر بڑوں کی خدمت میں حاضر ہوتے اور توجہ حاصل کرتے تھے۔ مگر آج ہم اس کا اہتمام نہیں کرتے جس کی وجہ سے بڑی خیر سے محروم رہتے ہیں۔

قاضی صاحب مرحوم کی متاثر کن زندگی کے تمام پہلو ایسے ہیں جن پر تفصیلی بات کرنے کی ضرورت ہے۔ بلاشبہ وہ ایک مثالی شخصیت کے مالک تھے۔ کامیاب زندگی گزارنے کے لیے اُن کی زندگی اور طرزِ عمل کے مطالعے کی ضرورت ہے۔ ان کی خودداری، عملی وجاہت، اَخلاق کی بلندی، لباس میں نفاست، مہمان نوازی، تحریر و تقریر میں جمال حد درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ ان کی سوانح حیات کو پڑھ کر کوئی بھی شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

قاضی صاحب مرحوم کے بارے میں علامہ سید سلمان ندوی مرحوم نے جن جذبات اور خیالات کا اظہار فرمایا ہے اسے پڑھ کر ان کی شخصیت اور قد کاٹھ کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''مرحوم میں روشن خیالی کے ساتھ روشن ضمیری اور دماغی قابلیت کے ساتھ روحانی کیفیت یک جا تھی۔ وہ علم کے ملا اور دل کے صوفی تھے۔ صاف ستھرے رہتے تھے۔ تبلیغ کے دلدادہ تھے۔ صلح پسند اور خاکسار تھے۔''

اللہ تعالیٰ قاضی صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے ساتھ ہم سب کی طرف سے مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی مساعی اور کوشش سے ہم اپنے ممدوح سے متعارف ہوئے اور تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کا مطالعہ سہ بار کر چکے۔ بلکہ اکثر احباب کو بھی توجہ دلائی کہ اپنے اسلاف کی زندگی کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس کا مطالعہ ضرور کرو۔



دار الحدیث راجووال

محمد اسحاق بھٹی

پاکستان میں اہل حدیث کی بے شمار دینی درسگاہیں قائم ہیں جن میں لاتعداد طلبا حصولِ علم میں مصروف ہیں۔ ان میں ایک اہم درس گاہ ضلع اوکاڑہ کے ایک قصبے ''راجووال'' میں ہے جو مولانا محمد یوسف نے قصور دیپال پور روڈ پر ''دارالحدیث'' کے نام سے لب سڑک اپنے ذاتی رقبے چار کنال میں جاری کی ہے۔ ٹرانسپورٹ کی تمام سہولتیں یہاں میسر ہیں۔ اس دارالحدیث کا باقاعدہ طور پر جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے الحاق ہو چکا ہے۔ دارالحدیث جہاں ایک تعلیمی ادارہ ہے، وہاں یہ تصنیفی ادارہ بھی ہے اور دینی کتابوں کی نشر واشاعت کا سلسلہ بھی اس میں جاری ہے۔

یہ دارالحدیث قیام پاکستان کے دو سال بعد ۱۹۴۹ء میں شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف نے جھونپڑیوں میں جاری کیا تھا، جہاں چند درختوں کا سایہ تھا۔ چاروں طرف جنگل ہی جنگل تھا۔ گرمیوں میں سخت لو کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور سردیوں میں ٹھنڈی ہوا چلتی تھی جو بلا کسی رکاوٹ کے دارالحدیث کی جھونپڑیوں میں آتی تھی۔ اس وقت اس کا مقابلہ کرنا نہایت دشوار تھا۔

پھر ایک وقت آیا کہ دارالحدیث کی عمارت تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ اس کا سنگ بنیاد پاکستان کی دو عظیم شخصیتوں نے رکھا۔ ایک حضرت الاستاذ حافظ عبداللہ روپڑی (متوفی ۱۹۶۴ء) اور دوسرے استاذ الاساتذہ حضرت حافظ محمد گوندلوی (متوفی ۱۹۸۵ء)۔ رحمۃ اللہ علیہم

شروع میں استاذ صرف ایک ہی تھے مولانا محمد یوسف صاحب۔ پھر طلبا کے اضافے کے ساتھ ساتھ مدرسین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ مولانا محمد یوسف صاحب کے بڑے صاحبزادے عبداللہ سلیم جدید وقدیم علوم سے بہرہ ور ہوئے تو انھیں دارالحدیث کے منتظم بنا دیا گیا، لیکن افسوس ہے وہ عین عالم جوانی میں ۲۱ ستمبر ۱۹۹۳ء کو اچانک وفات پا گئے۔ یہ مولانا کے لیے بہت بڑا صدمہ تھا، لیکن اللہ نے یہ صدمہ انھیں برداشت کرنے کی ہمت دی اور وہ اپنے جاری کردہ دارالحدیث کی تعمیر وترقی کے لیے کوشاں رہے۔

اب مولانا ممدوح کی سرپرستی میں ان کے دوسرے صاحبزادے ڈاکٹر پروفیسر عبید الرحمٰن محسن (ایم، اے۔ پی، ایچ، ڈی) دارالحدیث کی نظامت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں اور بے حد حسن وخوبی سے کام ہو رہا ہے۔ کویت کی عالمی تنظیم جمعیت احیاء التراث الاسلامی نے ۲۰۰۳ء میں دارالحدیث کی پرانی عمارت منہدم کرا کے نئی شان دار عمارت تعمیر کرا دی ہے۔

چناں چہ ۲۰۰۶ء میں نئے عزم کے ساتھ دارالحدیث اپنی نئی تعمیر شدہ عمارت میں طلبائے علم کو تعلیم سے بہرہ مند کر رہا ہے۔

دارالحدیث (راجووال) نصف صدی سے زائد مدت سے تدریسی خدمات میں مصروف ہے اور اس سلسلے کی شان دار تاریخ رکھتا ہے۔

⊙...... دارالحدیث سے اب تک ایک ہزار سے زائد طلباء فیض یاب ہو چکے ہیں۔

⊙...... پانچ سو سے زائد طلباء نے قرآنِ مجید حفظ کیا ہے۔

⊙...... تین ہزار سے زائد بچوں اور چار ہزار سے زائد بچیوں نے ناظرہ قرآنِ مجید پڑھا۔

⊙...... دارالحدیث میں نصف صدی کے عرصے میں پچاس سے زائد بڑی بڑی سالانہ کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں، جن میں جمیت حدیث کانفرنس، دعوتِ قرآن وسنت کانفرنس، تحفظ ختم نبوت کانفرنس،

حرمین شریفین کانفرنس ودیگر بہت سی کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔قرآن وحدیث کی تبلیغ واشاعت اور دعوتِ توحید کے سلسلے میں یہ کانفرنسیں نہایت مفید رہیں۔گرد وپیش کے دیہات وقصبات کے بے شمار لوگ ان میں شامل ہوئے اوران کے عقائد کی اصلاح ہوئی۔

دارالحدیث (راجووال) کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس نے دینی مدارس میں دورہ تفسیر قرآن متعارف کرایا۔اب تک مندرجہ ذیل حضرات نے دارالحدیث میں تشریف لاکر طلباء کوتفسیر قرآن کے نکات سے روشناس کرایا۔

- ⦿......حضرت حافظ عبداللہ بڈھیمالوی (متوفی ۱۹۸۷ء)
- ⦿......مولانا محمد عبدہ الفلاح (متوفی ۱۹۹۹ء)
- ⦿......شیخ الحدیث حافظ محمد اسحاق حسینوی (متوفی ۲۰۰۲ء)
- ⦿......مولانا قدرت اللہ فوق (متوفی ۲۰۰۴ء)
- ⦿......حضرت مولانا مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی
- ⦿......مولانا عبداللہ امجد چھتوی

دارالحدیث کی بہت بڑی لائبریری ہے۔اس لائبریری کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ایک حصہ نصابی کتابوں پر مشتمل ہے جو دارالحدیث کے طلبا کے لیے مخصوص ہے۔دوسرا حصہ افادۂ عام کے لیے ہے۔یہ لائبریری دارالحدیث کی مسجد کے ایک کمرے میں قائم ہے اور اسے پبلک لائبریری کی حیثیت حاصل ہے۔

ایک اور لائبریری ہے جو ہزاروں نایاب کتابوں پر مشتمل ہے۔اس میں تفسیر وحدیث، فقہ، تاریخ، رجال، شروح حدیث وغیرہ ہر موضوع کی عربی، فارسی، اردو کی کتابیں موجود ہیں۔علمائے کرام، محققین اور ریسرچ سکالروں کے لیے اس لائبریری میں نئی اور پرانی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔موضع کھچیاں والی ضلع فیروز پور مشرق پنجاب کے مولانا عبداللہ صاحب بہت بڑے عالم ومدرس تھے۔ان کو اگست ۱۹۴۷ء میں سکھوں نے فاضلکا بنگلہ کے قریب شہید کردیا تھا۔لیکن ان کی لائبریری ساہیوال میں ان کے صاحب زادے حافظ عبدالمنان مرحوم کے پاس پہنچ گئی تھی۔اب وہ لائبریری دارالحدیث (راجووال) آ گئی ہے۔بہت اچھی لائبریری ہے۔

دارالحدیث کوجن حضرات کا اخلاقی تعاون حاصل ہے اورجن کی مختلف اوقات میں یہاں آمد ورفت رہی ہے، ان مرحومین میں سے حضرت حافظ محمد یحییٰ میر محمدی کا اسم گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہے اور موجودین میں سے مولانا معین الدین لکھوی، پروفیسر ساجد میر، مولانا عبداللہ ناصر رحمانی، ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر، مولانا حافظ عبدالوہاب روپڑی، حافظ عبدالغفار روپڑی، حافظ ثناء اللہ مدنی، حافظ احمد شاکر، میاں محمد جمیل، پروفیسر چودھری محمد یٰسین ظفر، مولانا حافظ عبدالستار حماد، حافظ شفیق الرحمٰن لکھوی، پروفیسر ثناء اللہ خان اور دیگر بہت سے حضرات شامل ہیں۔

دارالحدیث میں مروّجہ درس نظامی کے علاوہ طلبا کو جدید علوم یعنی انگریزی اور ریاضی وغیرہ علوم کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔طلباء کے لیے نئے انداز کا دارالاقامہ تعمیر کیا گیا ہے، جس میں تمام سہولتیں حاصل ہیں۔

اس وقت سات اساتذہ کرام دارالحدیث (راجووال) میں طلباء کوتعلیم دینے پر مامور ہیں۔ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ① مولانا محمد رفیق زاہد، ② مولانا عنایت اللہ امین، ③ مولانا سہیل احمد میر محمدی، ④ عمر فاروق، ⑤ قاری خالد محمود، ⑥ قاری نجیب اللہ اور ⑦ حافظ عدیل اشرف۔

مجھے کئی دفعہ اس دارالحدیث میں جانے کا اتفاق ہوا۔اب ۱۴/ نومبر ۲۰۰۸ء کوڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر کی رفاقت میں وہاں گیا۔جمعۃ المبارک کا روز تھا۔جمعہ ڈاکٹر صاحب نے پڑھایا۔دارالحدیث کی نئی عمارت اورنئی تعمیر شدہ مسجد دیکھی۔دیکھ کر جی خوش ہوا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا محمد یوسف کی عمر دراز فرمائے اور دارالحدیث کے اساتذہ ومعاونین اور عزیز القدر ڈاکٹر پروفیسر عبید الرحمٰن محسن ﷾ کو اللہ تعالیٰ اپنے دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق بخشے۔



فہرست کتب

۲۹۷ء۳۲۱۱ مولوی محمد عبداللہ صاحب نجیب آبادی (مجموعہ۲ کتب)
ع۵۸ا اثبات الجہر بالتامین من الاحناف المحققین ،ص:۲۴، مطبع انصاری دہلی
۲۔نصرۃ دین متین واقعہ بندر کوچین ،ص:۲۴
۲۹۷ء۳۲۱۱ حافظ عبداللہ امرتسری (مجموعہ۲ کتب)
ع۵۸ا اطفار الشمعہ فی ظہر الجمعہ بجواب نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ حصہ اوّل دوم، مطبع وزیر ہند پریس امرتسر۔س،ن
۲۔الدلیل المتین منشی کرم الٰہی مطبع انجمن نحاب
۲۹۷ء۳۲۱۱ مولوی عبداللہ چکڑالوی
ع۵۸ب برہان القرآن علی صلوٰۃ القرآن ،ص:۴۰۸، انجمن اہل قرآن مسجد اہل قرآن لاہور
۲۹۷ء۳۲۱۱ ابو سہیل محمد عبداللہ
ع۵۸ب البرہان القوی بجواب السلطان القوی ،ص:۸۰، محمدی اکیڈمی ناشران اسلامی کتب منڈی بہاؤ الدین ۱۴۰۲ھ
۲۹۷ء۳۲۱۱ عبداللہ امرتسری روپڑی
ع۵۸ت تعلیم الصلوٰۃ حصہ اول البلاغ پریس لاہور ۱۹۶۰ء
۲۹۷ء۳۲۱۱ عبداللہ
ع۵۸ک کتاب الصلوٰۃ ،ص:۳۱۲، ناظم نشر واشاعت حزب اللہ ارشاد ابراہیمیہ ۱۹۷۷ء
۲۹۷ء۳۲۱۱ مولانا محمد عبداللہ المعبود
ع۵۱۶ن نماز کی مکمل کتاب ،ص:۵۵۲، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔س،ن
۲۹۷ء۳۲۱۱ عبداللہ بہاولپوری
ع۵۸ت تعریف اہل سنت اور مسنون تراویح ،ص:۶۴، مکتبہ ضیاء الحدیث مصطفیٰ آباد لاہور
۲۹۷ء۳۲۱۱ حافظ عبداللہ محدث روپڑی
ع۵۸ت تحقیق التراویح فی جواب تنویر المصابیح ،ص:۱۰۵، محدث روپڑی اکیڈمی جوک دالگراں لاہور۔س،ن
۲۹۷ء۳۲۱۱ مولانا محمد عبداللہ امام مسجد مبارک
ع۵۸ف فلسفہ عبادت وسرمایہ سعادت ،ص:۵۵، کتب خانہ اشاعت اسلام امرتسر
۲۹۷ء۳۲۱۱ عبداللہ
ع۵۸ص صفت صلوٰۃ النبی ﷺ ،ص:۱۱۱، جماعت غرباء اہل حدیث ڈیری غازی خان ۱۹۹۴ء
۲۹۷ء۳۲۱۱ مولانا عزیز زبیدی
ع۲۲۷ق القول البدیع فی مسئلہ التراویح ،ص:۲۵۶، منیجر سلمان کمپنی سوہدرہ گوجرانوالہ
۲۹۷ء۳۲۱۱ حافظ محمد عبداللہ محدث غازی پوری
ع۵۸ر رکعات التراویح مع احنافات وضمیمۃ ،ص:۱۰۴، مکتبہ السنہ الدار السّلفیہ لنشر التراث الاسلامی کراچی ۱۴۲۳ھ
۲۹۷ء۳۲۱۱ ابو حفص عثمانی (مجموعہ۵ کتب)
ع۶۳ا ۱۔ازالۃ الاوہام عن وجوب الفاتحہ خلف الامام ،ص:۶۰، ابو حفص عثمانی ڈیرہ غازی خان
۲۔اوفوا الکیل بحلۃ الخیل ابوسعید عبدالحمید چنگوانی
۳۔عنبر شامہ مع خرافات حنفیہ ابو حفص عثمانی
۴۔زیر اسامہ بجواب وہابی نامہ مع زٹلیات حنفیہ ابو حفص عثمانی
۵۔سیاحۃ الجنان بمناکحۃ اہل الایمان ابوالشکور عبدالقادر
۲۹۷ء۳۲۱۱ مفتی محمد عبیداللہ خان عفیف
ع۵۵۷ب بیس رکعت تراویح کی اصلیت دارالاصلاح السّلفیہ باغبانپورہ لاہور

۳۲۱۱ء۲۹۷ علی اصغر مرحوم چشتی مترجم عبدالجبار سلفی
ع۹۰ع عبادت آنسرور ﷺ، ص: ۲۷، سبحانی اکیڈمی اردو بازار لاہور ۱۹۸۸ء
۳۲۱۱ء۲۹۷ عنایت اللہ اثری
ع۹۶ج جمع البراہین لرفع الصوت بآمین، ص: ۵۸، آئی ڈی۔ لون اینڈ سنز راولپنڈی لاہور
۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد صفدر عثمانی
ع۱۶۳ اصدق الکلام فی اثبات قراء ۃ الفاتحہ خلف الامام، ص: ۸۰، کاہلوں موٹرز اینڈ پراپرٹی ڈیلرز گوجرانوالہ ۱۹۹۲ء
۳۲۱۱ء۲۹۷ ابوعبدالبر المعروف محمد غضنفر
غ۲۵م مفاتیح الاسرار التراویح، ص: ۸۰، مطبع محمدی لاہور
۲۔ تبصرۃ الجمعہ فی جمیع الامکنہ والازمنہ۔ مولوی سید محمود شاہ
۳۲۱۱ء۲۹۷ غلام حسن (مجموعہ ۹ کتب)
غ۳۴ک کتاب الصلوٰۃ (الکلام الفصیح فی صحت الاقتدار خلف الصبی فی التراویح، ص: ۲۰، مطبع ظفر پریس سیالکوٹ
۲۔ شہاب ثاقب، مولوی عبیداللہ محدث
۳۔ شمس الہدی فی الذب عن متبعی سنۃ خیر الوری مولوی غلام حسن
۴۔ القول الفصیح فی وجوب الفاتحہ علی الی موم فی المذہب الصحیح غلام حسن
۵۔ لوامع الانوار فی عقائد الابرار، مولوی غلام حسن
۶۔ القول السدید فی بطلان التقلید، مولوی حکیم بدرالحسن سہسوانی
۷۔ اظہار الحق والصواب فی رد ہفوات المرتاب، مولوی عبدالصمد داناپوری
۸۔ فراسۃ المومنین فی ردّ ہدایۃ المنکرین، مولوی ابوالمکارم محمد علی

۹۔ توثیق الحق السدید جواباً علی رسالۃ التحقیق المزید، مولوی محمد سعید
۳۲۱۱ء۲۹۷ ابوحماد فاروقی
ف۲۹پ پیارے رسول ﷺ کی نماز ودعائیں، ص: ۱۶۰، مرکز اے، وائی، ایف راولپنڈی
۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد فاخر صاحب الہ آبادی (مجموعہ ۶ کتب)
ف۱۲۴ان نور السنہ، ص: ۲۴، مطبع محمدی لاہور
۲۔ قرۃ العینین در اثبات سنت رفع الیدین، محمد فاخر الہ آبادی
۳۔ نور الانصار، مولانا محمد عبدالرحمٰن۔ رسالہ التجمیع فی القریٰ بنقض ما فی اوثق العری
۴۔ اعلام اہل الزمن مع ضیاء الابصار، ابوالعلی محمد بن عبدالرحمٰن مبارکپوری
۵۔ الارشاد الی سبیل الرشاد، حافظ حکیم ابویحییٰ محمد صاحب
۶۔ عین المتانۃ فی تحقیق تکرار الجماعۃ، ابویحییٰ محمد صاحب
۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا فردوس شاہ صاحب
ف۴۶۵ت تمہید وتحقیق مسئلہ اعلان بالصلوٰۃ والسلام مع کار خیر یا بدعت، ص: ۱۶۸، مکتبہ نذیریہ لاہور
۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد صفدر عثمانی
ع۶۳د دعا میں ہاتھ اٹھانے کی تحقیق، ص: ۴۵، ادارہ تحقیقات عثمانیہ اہل حدیث گوجرانوالہ ۱۴۲۳ھ
۳۲۱۱ء۲۹۷ فضل حق قصوری
ف۶۷ت تیغ حقانی بر گردن کذاب شیطانی، ص: ۱۵۲، فضل حق تاجر کتب پتوکی منڈی لاہور
۳۲۱۱ء۲۹۷ شیخ فضل الرحمٰن
ف۶۹۴ن نماز کی اہمیت، ص: ۱۲۸، مجلس تبلیغ اسلام جی ٹی روڈ ساہیوال۔ س۔ ن
۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا سیف الرحمٰن الفلاح
ف۸۴۳ن نماز میں ہماری کوتاہیاں، ص: ۲۲، مرکز الدعوۃ الاسلامیہ

محمد پورہ اوکاڑا۔س،ن
۳۲۱۱ء۲۹۷ مولوی فقیر محمد
ف۸۳ن صلوٰۃ الوتر کصلوٰۃ المغرب،ص:۱۱۸،مطبع سراج الاخبار جہلم۔س،ن
۳۲۱۱ء۲۹۷ عبیداللہ محمد
ع۶۰۱ت تحفۃ المتقین فی اثبات جہر بالتامین،ص:۲۷،مطبع فاروقی محمد معظم۱۲۹۲ھ
۳۲۱۱ء۲۹۷ ابویوسف محمد شریف
ش۴۹ب بیس تراویح پر بیس احادیث،ص:۱۶،مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ
۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا محمد منیر قمر
ق۷۱ن نماز وروزہ کی نیت،ص:۴۷،مکتبہ کتاب وسنت سیالکوٹ ۱۴۲۲ھ
۳۲۱۱ء۲۹۷ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ، مترجم عبدالباری فتح اللہ المدنی
ف۳۵ص صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ، ص:۲۹۴، اہل حدیث تعلیمی ورفاہی سوسائٹی دریا آباد یوپی۱۴۲۲ھ
۳۲۱۱ء۲۹۷ خواجہ محمد قاسم
ق۳۰ق قد قامت الصلوٰۃ (نماز کے ضروری مسائل)،ص:۷۷ ادارہ احیاء السنہ گھرجاکھ گوجرانوالہ
۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد منیر قمر
ق۷۱ر رکوع سے سجدے میں جانے کی کیفیت،ص:۳۲، مکتبہ کتاب وسنت سیالکوٹ۱۴۲۲ھ
۳۲۱۱ء۲۹۷ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری
ق۳۰۴م رسالہ مسح جورب،ص:۴۷،محبوب المطابع دہلی۔س،ن
۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا محمد منیر قمر
ق۷۱ف فقہ الصلوٰۃ جلد اوّل دوم، مکتبہ کتاب والسنہ سیالکوٹ

۳۲۱۱ء۲۹۷ کرم الجلیلی
ک۴۳ر رکوع کی رکعت،ص:۱۲۷، مکتبہ ایوبیہ حدیث محل کراچی نمبرا۔س،ن
۳۲۱۱ء۲۹۷ کرم الدین السّلفی
ک۴۳ز زبان سے نیت کرنا، نماز میں ہاتھ باندھنے کا محل، پاؤں سے پاؤں ملانا،ص:۱۶،ادارہ تبلیغ جمعیہ اہل حدیث جام پور
۳۲۱۱ء۲۹۷ فضل الرحمٰن کلیم
ک۷۰گ گلدستہ نماز، ص:۴۸، ستارہ فونڈری اینڈ انجینئرنگ ورکس حیدرآباد
۳۲۱۱ء۲۹۷ کرامت علی جونپوری
ک۳۷م مفتاح الجنۃ،ص:۱۱۳،مطبع نامی منشی نول کشور بہ۔س،ن
۳۲۱۱ء۲۹۷ حافظ محمد ادریس کیلانی
ک۹۴ک کیا رفع الیدین منسوخ ہے؟ ص:۴۸، حدیث پبلی کیشنز شیش محل روڈ لاہور۔س،ن
۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد اقبال کیلانی
ک۹۴ن نماز کے مسائل،ص:۱۸۴، حدیث پبلی کیشنز شیش محل روڈ لاہور
۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد اقبال کیلانی
ک۴م ک کتاب الصلوٰۃ،ص:۱۷۶، حدیث پبلی کیشنز حضرت کیلیانوالہ گوجرانوالہ
۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا عبدالسلام گجر
گ۱۸ر حدیث رسول پر رضاخانی اعتراضات کا علمی وتحقیقی جائزہ ص:۶۴، زاہد بشیر پرنٹرز ریٹی گن روڈ لاہور۱۹۹۳ء
۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا محمد صادق سیالکوٹی
م۲۸ص صلوٰۃ الرسول ﷺ،ص:۳۸۳، نعمانی کتب خانہ لاہور ۲۰۰۵ء
۳۲۱۱ء۲۹۷ مبشر حسین لاہور
م۱۸۹ن نماز نبوی باتصویر،ص:۸۳،مبشر اکیڈمی لاہور۲۰۰۳ء

❀❀............❀............❀❀

اصحابِ علم وفضل کی خدمت میں ایک گزارش

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے مقالات ومضامین کی جمع وترتیب کے سلسلے میں ہمیں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے مندرجہ ذیل مضامین کی اشد ضرورت ہے۔

① ......مقامِ حدیث از مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ (جو غالباً فیصل آباد سے شائع ہوا تھا۔)

② ......اضاحۃ الحق ترتیب مولانا عبدالحق ہاشمی میانوالی، اس کتاب میں حضرت سلفی رحمہ اللہ کا ایک مضمون شامل ہے۔

③ ...... ماہانہ اسلامی زندگی لاہور، شمارہ مئی ۱۹۴۹ء۔ زیرادارت ملک محمد رفیق

④ ......علاوہ ازیں حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ کے مقالات وفتاوٰی کی جمع وترتیب بھی جاری ہے۔ اگر کسی صاحب کے پاس حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کا کوئی فتویٰ و مضمون موجود ہو یا اس کے متعلقہ کسی طرح کی معلومات رکھتا ہو، تو برائے مہربانی ہمیں مطلع فرمائے، شکریہ۔

حافظ شاہد محمود

سیالکوٹ روڈ یو بی ایل بینک سٹریٹ، فتو منڈ چوک، گوجرانوالہ 0333-8110896

دعاؤں کی درخواست:

① ...... مولانا عبدالقیوم لون طور رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالرؤف طور (فاضل مدینہ یونیورسٹی) آف جھوک دادو طویل علالت کے بعد عیدالاضحیٰ کی رات وفات پاگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم کی نماز جنازہ مولانا عبدالواحد کشمیری صاحب نے پڑھائی۔ سینکڑوں احباب شریک جنازہ ہوئے۔

② ......مولانا محمد صدیق طور مرحوم چک نمبر ۴۲۲ گ ب کٹو کی اہلیہ محترمہ اور قاری عبدالمنان طاہر (کویت) کی والدہ محترمہ عرصے سے علیل ہیں۔ احباب دعائے صحت فرمائیں۔ [ابوالاحتشام حمزہ طور

دعائے صحت:

محترمہ زبیدہ امین صاحبہ (رئیسہ جامعۃ البنات اہل حدیث کھوکھر کی، گوجرانوالہ) ان دنوں علیل ہیں۔ احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ [حمزہ طور، گوجرانوالہ]

دعائے مغفرت:

محترمہ فضیلت مغل صاحبہ ناظمہ جامعہ رحمانیہ تعلیم القرآن عالم چوک گوجرانوالہ کے والد محترم حافظ عطاء الرحمٰن مغل گزشتہ دنوں وفات پاگئے۔ احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔ [حمزہ طور، گوجرانوالہ]

ضرورتِ رشتہ:

لڑکی عمر تقریباً ۲۴ سال، تعلیم ایف۔ اے، وفاق المدارس السّلفیہ درس نظامی (ورک جٹ) کے لیے ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔
[حافظ محمد طارق ضیاء خطیب مرکزی جامع مسجد قدس اہل حدیث موڑ کھنڈا۔ موبائل:0301-7262730]

فوری ضرورت خطیب وامام:

مسجد اہل حدیث کے لیے باعمل عالم دین "جو قرآن وحدیث پر مکمل دسترس رکھتا ہو۔ اردو فن تقریر سے واقف ہو" کی ضرورت ہے۔ دین اسلام کی بے لوث خدمت کا جذبہ رکھنے والے حضرات فون نمبر **0333-5278470** پر فوری رابطہ کریں۔ فیملی رہائش کا معقول بندوبست ہے۔

موت العالِم موت العالَم

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ جوارِ رحمت میں

جماعت اہل حدیث ابھی حضرت حافظ محمد یحییٰ صاحب عزیز میر محمدی رحمہ اللہ کی وفات کے غم سے سنبھلنے نہ پائی تھی کہ جماعت کی ایک اور صاحب علم وفضل شخصیت، استاذ العلماء، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب جانباز ۱۳ دسمبر ۲۰۰۸ء (۱۴ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ) بروز ہفتہ رات ۸:۳۰ بجے داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ ضلع فیروز پور (بھارت) کے ایک گاؤں ''بدھوکے'' میں ۱۹۳۴ء کو پیدا ہوئے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ہی کے ایک عالم دین مولانا محمد صاحب (فاضل جامعہ رحمانیہ دہلی) سے حاصل کی۔ تقسیم وطن کے بعد مولانا موصوف فیصل آباد کے چک ۸۸ میں مقیم ہوگئے۔ تعلیم کے لیے ۴۹۳ گ ب، اوڈاں والا چلے گئے اور جامعہ تعلیم الاسلام میں داخلہ لے لیا۔ یہاں انھیں پیر محمد یعقوب قریشی، مولانا محمد یعقوب ملہوی، مولانا محمد صادق خلیل، مولانا عبدالصمد رؤف رحمہم اللہ اور مولانا عبدالحمید ہزاروی اور مولانا محمد صدیق جیسے اساتذہ میسر آئے۔ یہاں سے پھر وزیر آباد کے مدرسہ منانیہ میں چلے گئے جہاں انھوں نے دیوبند کے فاضل مولانا محمد رمضان صاحب سے بھی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں زمانہ طالب علمی میں گرفتار بھی ہوئے۔ جامعہ اسلامیہ گوجراں والا میں حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمہ اللہ اور مولانا ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ سے بھی علمی استفادہ کیا۔

جامعہ اسلامیہ گوجراں والا میں دورانِ قیام انھوں نے اپنے باقاعدہ اساتذہ کے علاوہ جن محققین سے بہت زیادہ استفادہ کیا ان میں حضرت مولانا شرف الدین دہلوی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب حسینوی، رحمہم اللہ شامل تھے۔ ۱۹۵۷ء میں جامعہ اسلامیہ گوجراں والا سے فارغ التحصیل ہوکر ۱۹۵۸ء میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں دوبارہ درسِ بخاری شریف کے لیے داخل ہوگئے۔ ازاں بعد مولانا جانباز کو یہاں مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کے لیے رکھ لیا گیا۔ وہاں آپ تین برس رہے۔ پھر موصوف سیالکوٹ منتقل ہوئے تو ڈپٹی باغ سیالکوٹ میں ایک مدرسہ دارالحدیث جاری کیا اور یہاں تدریسی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ ۱۹۶۴ء میں محلّہ میانہ پورہ میں حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کی مسجد میں ایک مدرسہ قائم ہوا تو یہاں تدریس شروع کردی۔ یہاں چھ سال پڑھایا۔ خطبہ جمعہ کے لیے مولانا جانباز ناصر روڈ محلّہ لاہوری شاہ کی مسجد اہل حدیث میں آتے تھے۔ نمازیوں کے اصرار پر یہ مدرسہ اسی مسجد میں شروع کردیا گیا۔ تادمِ واپسیں حضرت مولانا جانباز اسی مدرسے سے منسلک رہے اور اس مدرسے کے بانی ومہتمم تھے۔ انھوں نے اسے مسجد سے وسعت دے کر ایک بڑا مدرسہ بنادیا۔

مولانا محمد علی جانباز جہاں ایک کامیاب مدرس وخطیب تھے، وہاں وہ ایک فاضل محقق، مصنف ومؤلف اور مترجم بھی تھے۔ ان کی مشہور تالیفات یہ ہیں:

❀......انجاز الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ (عربی/۱۲ مجلدات) ❀......صلوۃ المصطفیٰ ❀......احکام سفر ❀......حرمت متعہ ❀......توہین رسالت کی شرعی سزا ❀......آل مصطفیٰ ❀......اہمیت نماز وغیرہ کتب شامل ہیں۔

مولانا موصوف ایک محقق عالم دین، دلیل سے لکھنے کے عادی، منکسر المزاج شخصیت، علم واہل علم کے انتہائی قدردان اور طلبہ سے بے حد شفقت فرمانے والے تھے۔ دارالدعوۃ السّلفیہ سے قلبی تعلق اور اس کے بانی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف صاحب بھوجیانی رحمہ اللہ سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ کی لائبریری سے بھی انھیں بڑا انس تھا۔ اپنی مؤلفات سے لائبریری کو ہمیشہ نوازتے رہے۔ مولانا کا جنازہ پولیس لائن گراؤنڈ جیل روڈ سیالکوٹ میں حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ نے دو بجے دوپہر اگلے دن اتوار کو پڑھایا۔ جنازے میں شیخ الحدیث مولانا فاروق احمد راشدی، شیخ الحدیث مولانا عطاء الرحمٰن اشرف، شیخ الحدیث حافظ عبدالسلام بھٹوی، شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نور پوری، مولانا محمد بشیر سیالکوٹی، حافظ احمد شاکر، قاری محمد ادریس عاصم، مولانا محمد اسحاق بھٹی، عبدالرشید عراقی، حافظ ابتسام الٰہی ظہیر، ابوبکر قدوسی، طاہر نقاش، حافظ عبدالوہاب روپڑی، مولانا عباس انجم وغیرہ کے علاوہ مولانا کے شاگردوں، ان کے دوستوں اور احباب جماعت کا جم غفیر شامل ہوا۔ مولانا مرحوم نے سوگواران میں پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑیں۔ مرحوم کو مقامی قبرستان شاہ حسین ایبٹ روڈ سیالکوٹ میں سپردِ خاک کیا گیا۔

دعا ہے اللہ کریم مولانا محمد علی جانباز کی علمی خدمات قبول فرمائے، انھیں اپنے جوارِ رحمت میں مقام بلند عطا کرے اور اُن کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔ [ارکان وکارکنان دارالدعوۃ السّلفیہ وہفت روزہ الاعتصام]